ترتیب:

محمد صدیق دریابادی

خطباتِ ماجدؔ

یا

ہدیۂ زوجین

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ کے چار خطباتِ نکاح

ترتیب

محمد صدّیق دریابادی

ناشر
ادارۂ انشائے ماجدی۔ ۱۴۲ رابندر سرانی (اپر چیت پور روڈ)
کلکتہ ۔ ۷۳

مندرجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

از: محمد صدیق دریابادی

(چھوٹا منہ بڑی بات)

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی حقیقی بھتیجی (بڑے بھائی مولوی عبدالمجید ڈپٹی کلکٹر مرحوم کی صاحبزادی) اور اپنی تین صاحبزادیوں کی تقریب نکاح پر جو خطبے تحریر فرمائے اور محفل عقد میں خود پڑھ کر سنائے تھے، اُن کی اشاعت اس کے بعد اخبار "صدقِ جدید" میں ہوئی۔ وہ پرچے بہت مقبول ہوئے۔ اخبارات و رسائل نے انھیں اپنے کالموں میں کثرت سے نقل کیا۔ اکثر شادیوں پر یہ خطبے یا ان کے خلاصے پڑھے گئے۔ محافل نکاح میں چھپوا کر تقسیم بھی کیے گئے۔ گجراتی، تامل اور انگریزی زبانوں میں ان کے ترجمے بھی ہوئے۔ اس سلسلہ کا دوسرا خطبہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی تحریک پر ایما پر بمبئی میں مولانا محی الدین منیری نے نورانی جہیز کے نام سے کتابی شکل میں اپنی صاحبزادی کی تقریب عقد پر شائع کیا جس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

مولانا کی دوسری تحریروں کی طرح یہ خطبے بھی ان کے ادبی شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں اور حد درجہ مؤثر ہیں۔ مذہبی حیثیت سے ان کی افادیت ہمیشہ بہار ہے۔

عربی میں جو مسنون خطبۂ نکاح رواج پائے ہوئے ہے اس کی بہترین شرح و ترجمانی ان خطبات میں کی گئی ہے۔ دولھا اور دلھن کے لیے یہ ایک جامع اور زندگی بھر کام آنے والے ہدایت نامہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پہلا خطبہ۔ بتاریخ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۳۶ء مطابق ۳۰ صفر سنہ ۱۳۵۵ھ بمقام دریاباد (بارہ بنکی) مولانا کی چہیتی بھتیجی عابدہ خاتون کے نکاح کے موقعہ پر پڑھا گیا۔ ان کا عقد مولانا کے عزیز بھانجے شیخ محمد قدیر الزماں خلف شیخ نعیم الزماں صاحب رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی کے ساتھ ہوا۔

دوسرا خطبہ مولانا کی بڑی صاحبزادی رافت النساء کی تقریب نکاح پر بتاریخ ۷ اکتوبر سنہ ۱۹۳۷ء مطابق ۱ شعبان سنہ ۱۳۵۶ھ بمقام دریاباد (بارہ بنکی) پڑھا گیا۔ ان کا عقد مولانا کے بڑے بھتیجے حکیم حافظ عبد القوی دریابادی کے ساتھ ہوا جو اس وقت ماشاء اللہ مدیر صدق جدید کی حیثیت سے مولانا کی جانشینی کا حق ادا کر رہے ہیں

تیسرا خطبہ مولانا کی منجھلی صاحبزادی حمیرا خاتون کی تقریب عقد پر بتاریخ ۷ اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ء مطابق ۲۲ شعبان سنہ ۱۳۵۸ھ بمقام دریاباد (بارہ بنکی) پڑھا گیا۔ ان کا عقد مولانا کے منجھلے بھتیجے حبیب احمد قدوائی ایم۔ اے کے ساتھ ہوا۔ جو اب یو۔ پی سکریٹریٹ کی مدت ملازمت پورا کرکے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

چوتھا خطبہ۔ مولانا کی سنجھلی صاحبزادی زبیرا خاتون کے عقد پر بتاریخ ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء مطابق ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۶ھ بمقام دریاباد (بارہ بنکی) پڑھا گیا۔ ان کا نکاح مولانا کے منجھلے بھتیجے ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی (ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، استاد پولیٹیکل سائنس مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے ساتھ ہوا۔

یہ خطبے یکجائی طور پر پہلی بار شائع ہو رہے ہیں۔ چوتھے خطبے کا ایک خاصا حصہ تیسرے خطبے کا اعادہ ہے۔ صدق میں اس کی اشاعت جس طرح ہوئی اسے برقرار رکھا گیا ہے۔

حضرت مولانا کی خدمت میں جب بھی حاضری کا موقع ملتا تو مجیّ باتیں، مقالات و مضامین مختلف عنوانات کے تحت اشاعت کی اسکیمیں پیش کرتا رہتا۔ اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ اٹھا کر فرمایا تو کب؟ شروع کرو لیکن اپنی بے بضاعتی اور کم مایگی کے باعث کوئی بھی اسکیم عملی شکل میں ظاہر نہ ہو سکی۔

حضرت کی وفات کے بعد ان کی یادوں کے سلسلہ میں ذکر اپنے ایک محب و محبوب پیکر صدق و اخلاص الحاج منظور علی لکھنوی سے ہوا۔ جو خود مولانا اور ان کی انشا کے بڑے عاشقوں میں ہیں۔ اس پُر کشش اور البیلی شخصیت کے مالک نے جو اپنے کو جلی نہیں خفی رکھنے پر مصر رہتے ہیں نہایت خاموشی کے ساتھ ادارہ انشائے ماجدی کا منصوبہ بنا کر مولانا مرحومؒ کی یادگار قائم کرنے کی راہ ہموار کر دی۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ جزائے خیر سے نوازیں پیش نظر کتاب اسی ادارہ انشائے ماجدی کے نقشِ اول کی حیثیت سے آپ کے سامنے ہے۔

امکانی کوشش تو یہی رہی کہ طباعت کا کام صحت اور سلیقہ کے ساتھ انجام پائے۔ معنوی حسن کے ساتھ ظاہری آراستگی سے بھی خالی نہ رہے۔ پھر بھی امکانی کوشش بہرحال انسانی ہی ہے عربی عبارتوں پر اعراب اور تصحیح کی سعادت حافظ عمیر الصدیق سلمہٗ ندوی دریابادی کے حصہ میں آئی۔ ناسپاسی ہوگی اس موقع پر ذکر نہ کروں اپنے عزیز مکرم سید مظہر تقی صاحب (صاحب نمو دواخانہ) کا جن کے مسلسل ہمت افزا ٹھوکوں نے کھڑے ہونے اور پھر قدم بڑھانے کا حوصلہ پیدا کیا۔

محمد صدیق دریابادی   کلکتہ (۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

[۲۲ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۳۰ صفر ۱۳۵۵ھ کو جمعہ کا
دن تھا کہ بعد نماز جمعہ مولانا عبدالماجد صاحبؒ نے اپنی بھتیجی کا عقد
خاموشی و سادگی سے اپنے بھانجے کے ساتھ کر دیا۔ "رسوم" شادی کے
اندازہ کے لیے یہ کافی ہے کہ عقد کی تاریخ تک پیشتر سے مقرر
نہ ہوئی۔ کُل ایک گھنٹہ قبل اعلان ہوا۔ ذیل کا خطبہ ایک
بہت ہی مختصر و محدود مجلس عقد کے سامنے پڑھا گیا۔ پردہ
کی آڑ میں عروس خود، مع دوسری خواتین خاندان کے موجود
تھی۔ سادگی جس حد تک بھی بن پڑی۔ اس کے اجر کے حقدار
تمام تر نوشہ و عروس کے والدین ہیں]

(۱)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ
وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ

مُحَمَّدٌ اَعْبُدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

مئی کا مہینہ ہے، اسی چلچلاتی تمتماتی مئی کا مہینہ ہے اور مئی بھی کہاں کی ؟ ملک عرب کی پھر عرب میں بھی گرم وخشک، رتیلے اور پتھریلے شہر مکہ کی۔ مہینے کی تاریخ بھی آج کی تاریخ سے کچھ ہی قبل کی ہے غالباً ۱۶۔ امت کے اعلیٰ وافضل، اشرف واکمل کی لاڈلی اور چہیتی نورِ نظر، کُل چھ برس کا سن۔ باپ کی آنکھ کا تارا۔ ماں کی نظر میں خود گڑیا ہجولیوں کے ساتھ گڑیاں کھیل رہی ہے۔ اَنّا آتی ہیں، گود میں اٹھا، باپ کے پاس جا بٹھاتی ہیں۔ اور بزرگ باپ بچی کا دامن اس کے دامن سے باندھ دیتے ہیں، جو خود ان کا بھی بزرگ اور دنیا کے ہر بزرگ کا بزرگ ہے! ـــــ معصوم بچی، بیجان کھیلنے والی زندہ گڑیا۔ گھر بھر کا ہنستا کھیلتا ہوا کھلونا۔ نکاح کے معنی سے انجان شادی کے مفہوم سے بےخبر دم بھر میں کیا سے کیا ہوگیا۔ کیا سے کیا بن رہی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عرب کی آب وہوا میں لڑکیاں سیانی بہت جلدی ہوجاتی ہیں۔ لیکن بچی پھر آخر بچی سال بھر دو سال دیکھتے دیکھتے تین سال اور گزر جاتے ہیں ــــ سہیلیوں کے ساتھ مکے کی جگہ مدینہ میں جھولا جھول رہی ہے کہ ماں آتی ہیں اور جھٹ پٹ نہلا دھلا دلہن بنا گھر سے رخصت کردیتی ہیں۔ کمسن لڑکی نہ دن کھیلنے کھانے کے یہ بن دوڑنے کودنے کا یا یہ زمانہ سسرال کی ذمہ داریاں اٹھالینے کا اور پھر زوجیت بھی کس کی ایک خاندان کے نہیں ایک بستی اور قبیلہ کے نہیں، ایک ملک کے بھی نہیں سارے عالم کے سردار کی۔ اللہ اکبر! یہ بارِ عظیم اور ایک نو سال کی نازک جسم اور نازک قلب کی لڑکی!

چشم بہ روئے او کشا، باز بہ خویشتن نگر

معصومانہ لذتیں کیا کیا دل میں ہوں گی۔ آزادیوں کی لہریں کیسی کیسی جی میں اٹھ رہی ہوں گی۔ جھولا جھولنے کے کیسے کیسے حوصلے دل میں ہوں گے ہم سن سہیلیوں کے ساتھ ہنسنے بولنے کے کیسے کیسے ارمان زبان سے ایک لفظ تلفظ کر دینے سے سب کے سب قصّہ پارینہ! نیا سابقہ اور نیا گھر گھرانہ، نیا عالم اور نیا کارخانہ۔ ذمہ داریوں کا بار، فرائض کا ایک پہاڑ، باپ کی دہلیز سے جدائی، ماں کی آغوش سے جدائی سکھیوں سہیلیوں سے جدائی، کنوارپنے کی ساری معصومیاں رخصت! بچپنے کی دلفریبیاں رخصت!

.... کھوئی بہار زندگی

ایک گلِ تر کے واسطے سارا چمن لٹا دیا

اور خیر وہ "ایک گلِ تر" تو تھا ہی اس قابل کہ یک چمن نہیں ہزاروں چمن اور ان کی ہزاروں بہاریں اس پر قربان ـــــ لیکن یہ دن تو آدم کی ہر بیٹی کے لیے کھلا ہوا، حوّا کی نسل کی ہر لڑکی کی قسمت میں لکھا ہوا! اور ہائے! اس آزادی کو قید میں تبدیل کرانے والے ہوتے کون لوگ ہیں؟ کوئی بیدرد دشمن نہیں، کوئی بے رحم غیر و بیگانہ نہیں، خاص اپنے اور اپنوں سے بڑھ کر اپنے! اپنے ہی چاہنے والے، دلاروں میں پالنے والے، ناز برنا ز اٹھانے والے! کہتے ہیں کہ عرب کے مشرک اور ہندوستان کے راجپوت بچیوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیتے تھے۔ لیکن کوئی یہ تو بتائے کہ بچپن میں نہیں پال پوس کر، بڑھا کر، جلا کر، ماں نے تو اپنے خون کے قطرے پلا پلا کر، باپ نے تو اپنے سے خوب بلا بلا کر،

نازوں میں پال پال کر، دلاروں کی عادتیں ڈال ڈال کر چہکتے ہوئے میناکو اپنے گھر سے نکال پھینکنے والے، دور دفان کرنے والے، دنیا جہان میں انہی بے زبانوں کے ماں باپ نہیں تو اور کون ہوتے ہیں؟

ہاں تو سن اے لڑکی! آج جو تو باپ اور چچا کے ہاتھوں اپنی آزادی کو قید میں تبدیل ہوتے دیکھ رہی ہے، اور اپنا گھر اجاڑ کر دوسرے کا گھر آباد کرنے جا رہی ہے، یہ صحیح کہ بے فکری کی جو نیندیں اب تک سوئی وہ آج ختم ہو رہی ہے، بے گھر اس گھر سے ہو رہی ہے جسے آنکھ کھول کر اپنا گھر سمجھا تھا۔ چھوٹ رہے ہیں وہ در و دیوار جہاں پیدا ہوئی۔ پلی بڑھی۔ الگ ہو رہا ہے وہ مکان جہاں عمر کی اتنی منزلیں گزاریں ہنس ہنس کر اور کھیل کھیل کر۔ جدا ہو رہا ہے وہ گھروندا جسے گرمیوں چھاؤں اور جاڑوں کی دھوپ میں سینکڑوں بار سجایا سنوارا۔ جہاں بیٹھ بیٹھ کر بارہا اپنی گڑیوں اور گڈوں کو مانگا اور بیاہا۔ پرایا ہو رہا ہے وہ صحن جس میں مدتوں دوڑی، کھیلی، گری ـــــ یہ فانکل بے ہیں وہ دالان، جن میں بارہا ضدیں کیں، مچلی، روئی ـــــ چھوٹ رہا ہے اس گھر کا کونا کونا، جہاں بھائیوں سے لڑی بہنوں سے بگڑی، ماں سے روٹھی ـــــ آنکھیں ترسیں گی ساری عمر ساتھ کی جھولا جھولنے والیوں کو ـــــ دل ڈھونڈے گا زندگی بھر، پاس بیٹھ بیٹھ کر اور لیٹ لیٹ کر کہانی سننے والیوں کو ۔ !

ہاں تو سن اے بچھڑنے والی اللہ کی بندی! اور خود رو رو کر گھر بھر کو رلانے والی امانتِ الٰہی! سن اور سمجھ اپنی اور ہم سب کی ماں عائشہ صدیقہ رض کی حکایت کو ـــــ اس وقت سے بچنے کی کوئی صورت ممکن ہوتی۔ تو امت کی

لڑکیوں میں اس کی حقدار سب سے بڑھ کر ابوبکرؓ ہی کی بیٹی ہوسکتی تھیں ، اور رہا پھر ان سے بھی بڑھکر آقائے ابوبکرؓ کی صاحبزادی — اور پھر جب عائشہؓ اور فاطمہؓ کو اسی راہ پر چلنا اور اسی منزل سے گزرنا پڑا ، تو دنیا کی کسی اور لڑکی کی بساط کیا ہے ؟ ان کی کنیزی تیرے لیے باعث فخر ، اور جو قدم بھی ان کی پیروی میں اٹھ سکے ، تیرے لیے ، سرمایۂ نجات ! آنسو ، رنج کے نہیں ، خوشی کے بہا ، کہ آج پیروی کس کی نصیب ہو رہی ہے ! صدیقہؓ کہاں سے کس مرتبہ پہنچیں ! عالم نسوانیت کی سرتاج بن کر رہیں ! مبارک ہیں امت کی وہ لڑکیاں ، جن پر انؓ کا اور خاتون جنتؓ کا سایہ بھی پڑ جائے ! اور پھر تیری قسمت میں تو مہینہ بھی وہی آیا ، جو سنہ عیسوی میں حضرت صدیقہؓ کے لیے تھا مبارک تر ہے وہ لڑکی ، جس کی زندگی کا نیا دور اس خوش حالی کے ساتھ شروع ہو رہا ہو ۔

خوش نصیب لڑکی ! نکاح کوئی مصیبت نہیں ، نہ دنیا والوں کا نکالا ہوا کوئی ظالمانہ دستور — یہ تو ایک عبادت ہے ، عین عبادت ، پروردگار کی رضا جوئی کا ایک ذریعہ ، مالک سے ربط قائم کرنے کا ایک طریقہ ۔ آقا و مولاؐ فرماتے تھے کہ

اَلنِّکَاحُ سُنَّۃُ الْاَنْبِیَاءِ

نکاح سنت انبیاء ہے ، یعنی طریقہ پیمبروں کا ۔

اور یہ معلوم ہے پیمبر کون ہوتے ہیں — اللہ کے محبوب ترین بندے — سو جس نے نکاح کیا ، اس نے ایک قدم تو اللہ کے محبوبوں کے نقش قدم پر رکھ ہی دیا — اور کوئی قصد کر کے محبوبوں کی راہ پر چلے گا کیا وہ محبوبیت کے

کے ثمرات سے بالکل ہی محروم رہ جائے گا؟ صحابی عبد اللہ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یُرَ لِلْمُتَحَابِّیْنَ مِثْلُ النِّکَاحِ -

(ابن ماجہ)

تو محبت کرنے والوں کے حق میں نکاح جیسی کوئی شے نہیں دیکھی گئی۔

دو سے مراد دو شخص نہیں، دو فریق ہیں، لڑکی والے اور لڑکے والے، ـــــ لڑکی اپنا بھرا گھر چھوڑ چھاڑ جاتی ہے، اور دیکھتے دیکھتے دوسرے گھر میں حاکم بن جاتی ہے ـــــ دیس سے پردیس میں آتی ہے اور وہی پردیس وطن بن جاتا ہے۔ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر آتی ہے، یہاں ساس سسرے ماں باپ بن جاتے ہیں ـــ جن سے خون کا تعلق نہ ہو انھیں اپنے ماں باپ بنا لینا کوئی آسان بات ہے؟ تربیت کے، تعلیم کے، تزکیۂ نفس کے، خدا جانے کتنے مرتبے، اور کتنے مرحلے، اسی ذریعہ سے باتوں باتوں میں حاصل ہو جاتے ہیں ـــــ اور دو شخص نہیں، دو خاندان آپس میں مل جاتے ہیں، ایک ہو جاتے ہیں ـــ اور سب کے مجاہدات لطیف سی لطیف صورتوں میں اسی ذریعہ سے طے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ عبادت اس سے بڑھکر اور کیا ہو گی؟

سسرال کی زندگی یقیناً سخت، اور سسرال والوں کی اطاعت کی منزل بلاشبہ کٹھن! ساس کے طعنے تو وہ چیز ہیں کہ پتھر کے جگر میں ناسور ڈال

دیں، اور بدمزاج شوہر کی سخت گیریاں تو وہ عذاب ہیں، کہ شاداب سے شاداب پھول کو دم بھر میں سوکھا کانٹا بنا کر رکھدیں۔ لیکن مسلمان لڑکی کو تعلیم یہ ملی ہے کہ کڑوے عرق کے ہر قطرے کو شربت کا گھونٹ سمجھے۔ کان میں یہ آواز بچپن سے پڑ چکی ہے کہ سجدہ اگر مخلوق میں کسی کے لیے بھی جائز ہوتا تو شوہر کے لیے۔

عَنْ عائشۃؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہُ قَالَ لَوْاَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا وَلَوْاَنَّ رَجُلًا اَمَرَ امْرَاَتَہٗ اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَحْمَرَ اِلٰی جَبَلٍ اَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰی جَبَلٍ اَحْمَرَ لَکَانَ لَھَا اَنْ تَفْعَلَ۔

(ابن ماجہ)

بی بی عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت ہی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اور مرد اگر اپنی بیوی کو حکم دے کہ پتھر ڈھوئے لال پہاڑ کی طرف سے سیاہ پہاڑ کی طرف، اور سیاہ پہاڑ کی طرف سے لال پہاڑ کی طرف۔ (تو یہ محض ایک مثال ہے یعنی اسقدر محنت کا کام لے) جب بھی عورت پر حق ہے کہ اس کام کو بجا لائے۔

اور اسی معنی کی ایک روایت ابوہریرہؓ کی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلْعَمْ لَوْکُنْتُ اٰمِرًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا۔ (ترمذی)

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو بھی کسی کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت ہی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

مسلمان لڑکی یہ مشقتیں رائیگاں نہیں جانے کی جس نے شوہر کا یہ درجہ بنایا ہے اسی نے یہ بشارت بھی دی ہے کہ ایسی اطاعت گزار بیوی اور جنت کے درمیان کوئی روک نہیں!

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رضؓ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلْعَم یَقُوْلُ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ۔

(ابن ماجہ)

ام سلمہ رضؓ کہتی ہیں انھوں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا، کہ جس کسی عورت کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہے تو بس وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

جدا ہونے والی صبر و شکر کی پتلی! آج جس سادگی اور جس خاموشی سے یہ بزم نکاح ترتیب پا رہی ہے، عجب نہیں کہ اس پر خود غربت و مسکنت کو ترس آگیا ہو، شادی کی محفل اور اتنی سونی! بیاہ کا گھر اور اتنا سناٹا! دروازہ پر نہ موٹروں کا ہجوم، نہ ہاتھی گھوڑوں کی دھوم۔ نہ "ایٹ ہوم" کا سامان نہ دعوتوں کے خوان، نہ ہوم ممبر نہ صوبہ کے منسٹر۔ نہ ضلع کے کوئی اعلیٰ عہدہ دار نہ قرب و جوار کے کوئی رئیس و تعلقدار۔ ڈپٹی کلکٹر کی لڑکی اور ڈپٹی کلکٹر کی پوتی، تو خیر بڑی چیز ہے۔ چپراسیوں اور پیادوں کی لڑکیاں بھی شاید اس طرح چپ چپاتے سونپ نہ دی جاتی ہوں گی! تجھے حق ہے کہ دل میں اپنی ناقدری کا خیال لائے اور بجا ہے کہ کبھی حرفِ شکایت زبان پر بھی آجائے۔ لیکن اک ذرا صبر کر عجب نہیں کہ کسی کی رحمتِ بے حساب کے انوار کی بارش اس سادی مختصر سی مجلس پر ہو رہی ہو، اور اس کی قدر اس وقت جاکر کھلے جب دنیا کی ساری روشنیاں گل ہو چکیں، گیس کے ہنڈے

اور بجلی کے قہقہے سا لے کے سالے بجھ چکیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ موٹر نشینوں کے نام و نشان
سبھی باقی نہ رہ جائیں!

شریف بچیوں کو پہلا سبق اطاعت کا ملتا ہے، خدمت گزاری کا ملتا ہے، اپنے دل کو مار کر، کچل کر، دوسرے کا جی خوش کرنے کا ملتا ہے۔ شریف لڑکی! سبق کے امتحان کا وقت آ گیا۔ ادھر نکاح کے دو بول منہ سے نکلے، ادھر وہ امتحان شروع ہو گیا۔ بھلا دے، آج سے اکہ پرورش کن نازوں میں ہوئی، بھول جا کہ آج سے دنیا میں کوئی ناز بردار باقی ہے، وقف سمجھ لے آج سے اپنی زندگی۔ خدمت کے لیے اطاعت کے لیے، صبر کے لیے۔ زہر میں قند کا مزا حاصل کرنا سیکھ، سوکھی روٹی کے ٹکڑے ملیں۔ تو جنت کے خوان سمجھ۔ پھٹے پرانے کپڑے پہننے میں آئیں۔ تو زر و جواہر خیال کر، زبان درازیاں ہوں تو اپنے کانوں کو بہرا بنا لے آوازے کسے جائیں تو اپنی زبان پر مہر لگا لے۔ کلیجہ میں نشتر بن کر چبھنے والے طعنے کو ماں کا لاڈ پیار سمجھ اور بہر چڑھتی ہوئی تیوری میں اپنے مقدر کی مسکراہٹ کا جلوہ دیکھ۔ صبر و ضبط کے ساتھ شکر و اطمینان کے ساتھ زندگی ساری کی ساری گزار دے اور دنیا کو دکھا جا کہ اپنے بڑوں کے نام کی لاج رکھنے والیاں، خدائے واحد کی بندیاں، رسول برحق کی باندیاں۔ عائشہ رضؓ و فاطمہ رضؓ کے قدموں پر نثار ہو جانے والیاں۔ اس چودھویں صدی میں بھی کیسی ہوتی ہیں!

لڑکی کو جو کچھ سنانا تھا، سنایا جا چکا۔ اب کچھ وہ بھی سن لے، جو اللہ کے نام کو واسطہ بنا کر، اور اللہ کے بندوں کو گواہ کر کے۔ آج اپنی عمر کی سب سے بڑی اور

اہم ذمہ داری قبول کرنے کی ہمت لے کر بڑھا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ
تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ
لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ
فَوْزًا عَظِيْمًا۔

ہجرت کے بعد کا زمانہ ہے سرورِ کائنات مدینہ منورہ میں رونق افروز ہیں۔ ایک بار چودہ شعبان کو شب میں بستر مبارک سے آہستہ سے اٹھتے ہیں۔ روایت بیان کرنے والی حضرت صدیقہؓ ہیں۔ وہ بھی وہیں آرام فرما تھیں۔ ردائے مبارک آہستہ سے اٹھاتے ہیں حجرہ کا دروازہ آہستہ سے کھولتے ہیں اور چپکے سے قبرستان البقیع میں مومنین کے حق میں دعائے مغفرت کرنے تشریف لے جاتے ہیں ام المومنین روایت کرتی ہیں۔ حضورؐ کی ہر جنبش کے لیے "رُوَیدًا" استعمال کرتی جاتی ہیں "قَامَ رُوَیْدًا" "أَخَذَ رِدَاءَهٗ رُوَیْدًا" وغیرہ معنی "آہستہ" کے ہیں۔ یہ اس وقت ہر عمل میں آحضور

آہستگی کا اہتمام کیوں؟

جواب دنیا سنے گی ؟ شوہروں کو تمام تر خدائے مجازی اور بیویوں کو تمام تر باندی سمجھنے والی دنیا سنے گی ؟ آہستگی کا اہتمام اس لیے اور محض اس لیے کہ پاس لیٹی ہوئی عائشہ صدیقہؓ کی راحت میں بلا ضرورت خلل نہ پڑے ! اللہ اکبر! آج بڑے بڑے نرم مزاج شوہروں میں بھی ہیں کوئی صاحب؛ رفیقۂ حیات کی راحت و آسائش کا اس درجہ اہتمام رکھنے والے ؟

—— جس نے اپنی ازواجی زندگی اس معیار کے مطابق گزار دی حق پہنچتا تھا اسی کو کہ کھلے لفظوں میں اعلان کرے اور دنیا میں پکار دے کہ

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ. (ترمذی ۔ ابن ماجہ)	تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو مجھے دیکھو میں اپنے گھر والوں میں بہتر ہوں

یا پھر یہی پکار دوسرے لفظوں میں

خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَاۤئِهِمْ (ابن ماجہ)	تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو ۔

نیکی اور بزرگی کا معیار آپ نے ملاحظہ فرمالیا ؟ یہ نہیں کہ دفتروں اور کچہریوں میں دوستوں کے مجمع میں قومی جلسوں میں کون کیسا نظر آتا ہے بلکہ یہ کہ بیوی کے ساتھ برتاؤ کس کا نرم ہے ۔ گھر کے اندر صبر و تحمل کا ثبوت کون دیتا رہتا ہے اور جلوت میں نہیں خلوت میں کون کیسا ہے ؟

سسرال جیل خانہ کا نام نہیں اور نہ لڑکی شادی کے بعد بیوی سے باندی بن جاتی ہے آسان تھا کہ بجائے خطبہ کی ان تصریحات کے محض اتنا کہہ کر لڑکی کا ہاتھ پکڑا دیا جاتا کہ "میاں لڑکی نہیں خدمت کو کنیز دی جا رہی ہے"۔ ان الفاظ سے دل، جو پہلے سے بھر آنے کے لیے تیار ہیں ضرور بھر آتے۔ لیکن حقیقت کی ترجمانی نہ ہوتی۔ اسلام میں بیوی کنیز نہیں ہو جاتی بیوی ہی رہتی ہے تو کیا اپنے حقوق پر رحیم کر سب سے بڑے حکیم اور سب سے بڑے حاکم کا یہ فرمان کسی مسلمان تک نہیں پہنچا ہے۔ کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؟ بصیغۂ امر بطور حکم ارشاد ہو رہا ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ حسن معاشرت قائم رکھو، قید کسی خاص عمر، کسی خاص حالت کی نہیں۔ جوانی میں بھی اور بڑھاپے میں بھی وہ حسین و جمیل ہو تو اور حسن و جمال ظاہری سے محروم ہو تو۔ ڈھیروں مال لے کر آئے جب بھی، اور خالی ہاتھ آئے جب بھی۔ عزت رکھتی ہے۔ شوہر کی آمدنی پر حق رکھتی ہے۔ حیثیت و مرتبہ رکھتی ہے۔ لازم ہے کہ لحاظ اس کی عزت کا، حیثیت کا مرتبہ کا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ جیسے مرد کے حقوق عورت کے ذمہ ہیں ویسے ہی تو عورت کے بھی مرد کے ذمہ ہیں۔ اور کیوں نہ ہوتے جب خلقت دونوں کی ایک رکھی گئی اور خلقت کی یکسانی کا گواہ کوئی دوسرا نہیں خود خالق کائنات ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا	اللہ نے تمہاری بیویاں تمہیں میں سے پیدا کیں۔

تمہاری جنس سے اس کی فطرت تمہاری فطرت اس کی خلقت تمہاری

خلقت ہے تمہیں اگر سیم وزر کی طلب ہے تو وہ بھی احتیاج مال سے بے نیاز نہیں رکھی گئی ہے۔ تم اگر اپنی راحت وآسائش کے بھوکے ہو تو اس کا جسم بھی خستگی اور تھکن کے اثرات کو قبول کرنے والا بنایا گیا ہے تمھیں اگر غصہ آتا ہے تو وہ بھی بے حس نہیں پیدا کی گئی ہے۔ تم اگر اپنی جاہ وعزت کے طالب ہو تو وہ بھی اپنی توہین ورسوائی سے خوشی نہیں حاصل کرتی۔ تم اگر حکومت چاہتے ہو تو وہ بھی غلامی کے لیے خلق نہیں ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ (نساء۔ ۱)	اے انسانو ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تمھیں ایک نفس واحد سے پیدا کیا۔ اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے اتنے سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے ایک دوسرے کے مطالبات حقوق کرتے ہو اللہ سے ڈرو حقوق قرابت (ضائع کرنے) سے بھی یقیناً اللہ تمھارا ہر حال میں نگراں ہے۔

الفاظ پر غور ہو سارے انسانوں کی مرد ہوں یا عورت اصل ایک ہی ہے۔ ایک جوڑے سے مردوں، اور عورتوں کی ساری نسلیں چلی ہیں۔ جذبات کی یکسانی کے اظہار کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ پھر حقوق پر صراحت سے ڈرایا ہے۔ اور حقوق قرابت کے لیے غایت اہتمام یہ ہے کہ ان کے ذکر کا عطف خود

اپنے ذکر پر کیا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ — یہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں ہے

مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا — ہے کہ اس نے تمھارے لیے بیویاں تمھیں

(روم - ۲۱) میں سے پیدا کیں۔

تمھیں میں سے، تمہاری ہی جنس سے، یہیں سے رد ہو جاتا ہے اُن مذاہب باطلہ کا جنھوں نے مدت تک عورت کو بغیر روح کے مانا۔ ارشاد ہوتا ہے اور اسے بہ طور اپنے نشانِ قدرت کے پیش فرماتے ہیں کہ عورت تو تمھاری جنس کی چیز ہے تم سے فروتر، پست تر، کوئی دوسری جنس نہیں اس کی آفرینش سے یہ غرض نہیں کہ تم اُسے باندی بنا کر رکھو۔ بلکہ وہ تو اس لیے ہے کہ

لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ — تم اس سے تسکین و راحت، سکون

بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً — خاطر حاصل کرو اور دونوں کے درمیان رشتہ اور تعلق آقائی اور کنیزی کا نہیں محبت والفت کا قائم کر دیا گیا ہے۔

الفاظ اس قدر صاف و واضح ہیں کہ حاجت نہ کسی تشریح کی نہ حاشیہ آرائی کی اصل مقصود دو زندگیوں کو محبت و اخلاص سے شیریں بنا دینا ہے۔ اور جن لوگوں کی فطرت سلیم ہے وہاں بحمد اللہ یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے پر فریفتہ رہتے ہیں۔ لیکن جہاں بدقسمتی سے مذاق فاسد ہو چکے ہیں وہاں کے لیے ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا ۔۔۔ اگر تمھیں صورت، سیرت

میں کوئی عیب بھی معلوم ہو تو تمھیں کیا خبر، کہ جو شے ناپسند ہو رہی ہو اللہ نے اس میں کوئی بڑی مصلحت کوئی بڑی منفعت نہ رکھ دی ہو؟ آیت کے اس ٹکڑے کے مراقبہ کے بعد شوہر کے دل میں کچھ کشیدگی بیوی کی طرف سے باقی رہ سکتی ہے؟

حق افسری مرد کو یقیناً حاصل ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ۔ مرد کی فضیلت و برتری بالکل مسلم و برحق۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَۃٌ، لیکن جو افسر ہے وہ اپنے حق کا استعمال کیوں کر کرے؟ اس کا جواب بھی قرآن لانے والے کی زبان سے سنیے۔ ابو ہریرہ رضؓ صحابی معلم کائنات کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا۔

نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی اس لیے کہ ان کی خلقت پسلی سے ہوئی ہے اگر تم اس کو ہموار کرنے کی فکر میں لگے رہے تو اُسے توڑ کر رہو گے۔ اور اگر اس کے حال پر اُسے رہنے دو گے تو کجی بدستور رہے گی پس نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی۔

(صحیح بخاری)

خیال کر کے دیکھیے کہ عورت کے ساتھ بھلائی اور ملائمت کی تاکید کس درجہ ہے۔ حکم شروع بھی اسی سے ہوا اور ختم بھی اسی پر۔ درمیان میں ارشاد کی حکمت بیان ہوتی ہے۔ ٹیڑھی پسلی کو کوئی سیدھا کرنے کے درپے ہو جائے تو پسلی بھلا سیدھی ہو سکتی ہے؟ البتہ ٹوٹ کر رہ جائے گی۔ لیکن اگر کجی کی

طرف سرے سے توجہ نہیں کی جائے گی تو خرابی جوں کی توں رہے گی۔ اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ اصلاح کی کوشش میں لگے رہو۔ لیکن ہمیشہ نرمی اور سہولت سے محبت سے۔

آج عجمیت کے اثر سے مُنہ زیت کے تسلط سے فخر اس پر کیا جاتا ہے کہ ہم بیوی سے دبتے نہیں دبا کر رکھتے ہیں لیکن رسُول اسلام کو اس پر فخر نہ تھا وہاں بیوی کی حیثیت، ماماؤں کی، پیش خدمت کی لونڈی باندی کی نہیں اللہ کی بخشی ہوئی بہترین نعمت کی تھی۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلعم اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰہِ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ زَوْجَۃٍ صَالِحَۃٍ۔ (ابن ماجہ)	ابو اُمامہ صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ مومن کے لیے تقوی الٰہی کے بعد کوئی نعمت نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔

مبارک ہیں وہ نعمت والے جو نعمت کی قدر پہچانیں! ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے کہ اس فانی و ناپائیدار دنیا کی نعمتوں میں کوئی نعمت نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم قَالَ اِنَّمَا الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّلَیْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْیَا شَیْءٌ اَفْضَلُ مِنَ الْمَرْاَۃِ	عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دنیا چند روزہ ہے.... .... لیکن اس چند روزہ عیش دنیا میں کوئی شے نیک سیرت بیوی سے

للصّالحتہ ۔ (ابن ماجہ) بڑھ کر نہیں۔

رسُول کو رسُول ماننے والے سبق لیں، حیات طیبہ کے ان دو اہم ترین واقعات سے حضورؐ پر جب اول وحی نازل ہوئی تو قلب مبارک پر اس وقت قدرتی بے چینی تھی اس وقت ذات مبارک کو تسکین دینے والی اور رسالت پر سب سے پہلی ایمان لانے والی ہستی، کسی دوست و عزیز کی نہیں ام المومنین خدیجۃؓ الکبریٰ کی تھی۔ اسی طرح جب روح مبارک کسی کے دیدار کے لیے بے چین اس جسدِ ظاہری سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہی تھی تو عین اس وقت سر مبارک کس کے زانو پر تھا؟ رفیقوں عزیزوں میں سے کسی مرد کے نہیں ام المومنین عائشہ صدّیقہؓ کے —— یہ ہے اسلام میں بیوی کا مقام!

سسرال میں بیوی جو کچھ کھاتی ہے اپنے حق سے جو کچھ پاتی ہے اپنے حق سے۔ بھیک منگی نہیں کہ خیرات سمجھ کر ترس کھا کر دو چار پیسے اس کے آگے ڈال دیے سائل گدا گر نہیں کہ رات کی باسی روٹی کے ٹکڑے اس کے دامن میں پھینک دیے۔ علم و حکمت کی اسی کان میں جس کا نام حدیث نبوی ہے۔

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلْعَمْ مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى الزَّوْجِ قَالَ أَنْ يُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمَ وَأَنْ يَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَى۔ (ابن ماجہ)

ایک روایت حکیم بن معاویہ کے حوالہ سے آئی ہے کہ ایک شخص نے خدمتِ نبوی میں آکر عرض کی کہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے فرمایا، کہ شوہر جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے۔

اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں -

وَلَا یُقَبِّحَ وَلَا یَهْجُرَ إِلَّا فِی الْبَیْتِ - (ابن ماجہ)

اس میں عیب نہ نکالے (یعنی صورت سیرت کی ہجو نہ کرے) اور نہ یہ ہو کہ اُسے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے رکھے بہرحال اسے اسی مکان میں -

ایک دوسری طویل حدیث کے آخر میں اس سے زیادہ تاکید تصریح کے ساتھ آیا ہے -

أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَیْکُمْ أَنْ تُحْسِنُوْا إِلَیْهِنَّ فِیْ کِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ - (ترمذی - ابن ماجہ)

خبردار رہو کہ بیویوں کا حق یہ ہے (لفظ "حق" یاد رہے - کوئی رعایت اور احسان نہیں) کہ کھانے اور لباس میں ان کے ساتھ بہتر سے بہتر طریقہ برتو -

بیوی اپنے شوہر کے گھر میں حاکم و مختار ہوتی ہے - امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب کا مستقل عنوان ہی یہی رکھا ہے - اَلْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا - اور اس کے تحت جو حدیث درج ہے خود اس میں یہ الفاظ موجود ہیں :

اَلْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا -

عورت حاکم ہے اپنے شوہر کے گھر پر -

یہ شاعری نہیں حقائق ہیں - انشا پردازی نہیں خدا و رسولؐ کے احکام ہیں - آج کی محفل کے نوشہ ! انھیں سن اور سمجھ اور قبل اس کے کہ قبول عقد

سے کے الفاظ ضابطہ کے مطابق، زبان سے نکلیں اپنی ذمہ داری دل میں محسوس کر، حق تعالیٰ سے دعا مانگ کہ یہ حقوق جو آج عائد ہو رہے ہیں انھیں ادا کر کے بہترین مسلمان شوہر ثابت ہو!

۴۴، ۴۵ سال ہوئے اسی قصبہ اور اسی خاندان میں ایک بارات اور آئی تھی اس کے چرچے زبانوں پر آج تک ہیں۔ بارات دھوم دھام، مہمانداری کا اہتمام، روشنی اور آرائش، آتش بازی اور زیبائش، ناچ رنگ کی شوخیاں، عیش و طرب کی مستیاں، دیکھنے والوں کی نظر میں آج تک ہیں۔ اس بارات کا نوشہ! اہل بزم سمجھے، کہ کون تھے؟ آج کے نوشہ کے والد ماجد! اللہ اکبر جس کی شادی کا جشن واجد علی شاہی پیمانہ پر رچ چکا ہو اسی کے نور نظر اُن کے سامنے سادگی کی تصویریوں موجود ہو کہ جسم پر نئی پوشاک تک نہیں! مبارک ہے وہ اولاد، جو اپنی مثال سے اپنے بڑوں کی لغزش کا کفارہ کرے۔ اور سچی نہیں حقیقی معنی میں ان کا نام روشن کر کے رہے، مبارک ہیں وہ والدین جو اپنی آنکھوں سے ایسی سعید اولاد دیکھ لیں اور اپنے حوصلوں آرزوں کو دبا کر اپنے ولولوں اور ارمانوں کو مار کر اسے اس راہ پر چلنے کی ہنسی خوشی اجازت دیں جو راہ فلاح کی ہے امن و راحت کی ہے جنت کی ہے مرضیات الٰہی کی ہے۔

الٰہ العالمین! تو خود گواہ تیرے فرشتے گواہ کہ جب تلاش اس کی ہوئی جس کے ہاتھ میں زندگی کی عزیز ترین متاع سونپ دی جائے تو نظر انتخاب

ذات برادری کے اندران لڑکوں پر نہ پڑی جو بی اے ہوں ایم اے ہوں ال ال بی ہوں امپریل اور پراونشیل سروسیز کے اعلیٰ امتحانوں میں بیٹھ رہے ہوں، یورپ سے کوئی ڈگری لا رہے ہوں لکھ پتی باپ کا ورثہ پانے والے ہوں۔ انتخاب ایسوں میں سے کسی کا نہ ہوا انتخاب ایسے کا ہوا جس میں اگر کوئی وصف ہے تو یہ کہ تیرے نام کو بالکل بھولا ہوا نہیں ہے ــــ ناچیز اور بے بساط اندھے بندے تلاش اس سے زائد کر ہی کیا سکتے تھے۔ دلوں کے اندر کی ٹٹول جو قال ہے اسے حال بنا دینے جو حال ہے اس پر جما دینے والے اور جو ہلال ہے اسے بدر کے درجۂ کمال پر پہنچا دینے کا سارا کام، کسی بندے کا نہیں بندہ نواز مالک مختار کا ہے ماضی گزر چکا مستقبل سامنے ہے انتخاب کی لاج رکھنا تیرے ہی فضل و کرم کے ہاتھ میں ہے۔

دراز نفسی بہت ہو چکی ــ اب آگئی وہ ساعتِ سعید، کہ اللہ کا ایک بندہ اور ایک بندی، اب تک ایک دوسرے کے لیے نامحرم، اب اللہ کا نام لے، اُسی کا واسطہ پکڑ، مل کر، ایک ہو کر دو قالبوں کے باوجود ایک قلب ایک جان ہو کر رہیں اس لیے اب قانون شریعت کے بندھے ہوئے الفاظ میں کہتا ہوں:

بن ..... نکاح کر دیا میں نے تمہارا ساتھ ..... کے بمعاوضۂ مہر ..... بہ وکالت ..... و بہ شہادت ..... تمھیں منظور و قبول ہے؟

بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمْ وَبَارَكَ عَلَيْكُمْ وَجَمَعَ بَيْنَكُمْ فِي خَيْرٍ

اے اللہ! موافقت کردے ان دونوں میں اپنے بندے خلیلؑ اور اپنی بندی سارہ کی طرح اپنے ابراہیم خلیلؑ اور اپنی بندی ہاجرہ کی طرح اپنے بندے علی مرتضیٰؓ اور اپنی بندی فاطمہ زہراؓ کی طرح اپنے بندۂ کامل اور حبیب محمد مصطفیٰ صلعم اور بندی خدیجہؓ کی طرح اپنے بندۂ کامل محمد مصطفےٰ صلعم اور اپنی بندی عائشہ صدیقہؓ کی طرح اے اللہ ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت بسادے اور اس سے بڑھ کر خود اپنی اور اپنے دین کی محبت رچادے! دنیا کی امتحان گاہ میں انھیں کامیابی کے ساتھ گزار دے مشکلیں ان کے لیے آسان کردے ہر خارزار میں ان کے لیے چمن کھلا دے ہر آتش نمرودان کے حق میں گلزار خلیل بنادے۔

اے اللہ! ان میں باہمی الفت و محبت قائم رکھ! آج ہی نہیں اس وقت بھی جب ایک کی کالی داڑھی سن سفید ہو کر اور دوسرے کی سیاہ چوٹی سفید چونڈے میں تبدیل ہو کر رہے! اللہ حفاظت کر ان کی قدم قدم پہ دنیا کے فتنوں سے! اے اللہ ان کی دنیا کو ہر طرح کامیاب، بامراد، با اقبال بنا اور ان کی عقبیٰ کو ہر ہر طرح سنوار دے نکھار دے! اس عالم میں رہیں عیش و کامرانی کے ساتھ اس عالم میں حاضر ہوں سرفرونی اور خندہ جبینی کے ساتھ! چمکتے ہوئے چہروں اور دمکتے ہوئے مکھڑوں کے ساتھ آئیں اور تیری مرضیات کی جنت میں داخل ہوں تو ہم سب کو اپنے ہمراہ لیتے ہوئے! آمین یا رب العالمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

(۲)

یہ خطبہ حضرت مولانا عبدالماجد صاحبؒ نے ۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق ۱۱ شعبان ۱۳۵۶ھ یکشنبہ کے روز اپنی بڑی صاحبزادی کے عقد پر خاموشی اور سادگی کے ساتھ اپنے بڑے بھتیجے حکیم عبدالقوی سلمہٗ فاضل الطب والجراحت (دہلی) کے ساتھ منعقد ہوا، پڑھا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا

كَثِيرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ؕ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا
اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ؕ ۔

۵۹ جو کل تک بچہ تھا، کھیل رہا تھا خود گودوں میں کھلایا جارہا
تھا، آج داڑھی مونچھوں والا ہے، اور محفل کا نوشہ اور سب کی نگاہوں کا
مرکز اور عنقریب خود ایک چھوٹے سے خاندان کا افسر بننے والا اور جو ابھی کل
تک ننھی منی بچی تھی ماں کے گھٹنوں پر بیٹھنے والی، گھٹنوں کے بل چل رہی
تھی، گودوں میں پل رہی تھی گڑیاں کھیلنے والی، خود گھر بھر کی گڑیا تھی آج
قبول کررہی ہے عملی دنیا کی سب سے بڑی ذمہ داری کو کہ اب خود دوسروں
کو پالے گی، بڑھائے گی، پڑھائے گی، پروان چڑھائے گی؛ آج سے
لڑکی نہیں عورت کہلائے گی! بچپن کی معصومیت دونوں کی رخصت!
ایک کے سر پر آئندہ کی فکر کام کی ذمہ داریوں کا بار! دوسروں کی آنسوؤں کی
جھڑی میں خدائے رحمٰن و رحیم سے اپنے نصیب کے کھلنے اور کھلنے کی پکار ——
شریک بزم بیاہے ہوئے مرد اور پس پردہ بیاہی ہوئی بیویاں یاد کریں۔ سرد
آہوں کے ساتھ وہ گھڑی جب یہ سنہری ہتکڑی اول اول خود ان کے ہاتھوں
میں پڑی تھی۔

لبوں پر نہ سہی، دلوں میں خدا جانے کتنوں کے ہوگا کہ یہ بھی کوئی شادیوں میں شادی اور کیسی انوکھی خانہ آبادی ہے، کہ نہ باراتیوں کا ہجوم نہ گانے بجانے کی دھوم نہ سہرے اور بدّھیاں اور پھولوں کے ہار، نہ موٹروں کا غُل اور کہاروں کی چیخ پکار لیکن آپ نے ابھی سنا کہاں کہ آپ کے رسولؐ نے کیا فرمایا، کچھ اپنی طرف سے اور بہت کچھ اپنے پروردگار کی طرف سے، کیا فرمایا خطبۂ مسنون تو ابھی عربی میں پڑھا گیا۔ اکثر کے لیے غیر مفہوم معنی و مطلب نامعلوم۔ ذرا اس کی شرح اپنی بول چال ہی میں سن لیجیے پھر جو سوال چاہے دل میں پیدا کیجیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ — سب تعریف اللہ کو

خطبہ کی ابتدا ہوتی ہے حمد الٰہی سے کہ ہر مسرت کا ہر نعمت کا مبدأ و منتہا وہی ایک ذات ہے۔

اللہ اللہ حمد کس کی زبان سے! محمدؐ کی زبان سے! اس کی زبان سے جو خود محمد کیا گیا ہے!

نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ — ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت۔

یہ طلب اور درخواست ہے اللہ سے دنیا میں اعانت کی اور آخرت میں نصرت کی دعا ہے کہ دنیا میں وہی سارے کام بنائے اور آخرت میں اپنی مرضیات کے ثمرہ سے مالا مال کرے۔

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ — ہم اپنے نفس کی خرابیوں سے اللہ

اَنْفُسِنَا ۔ کی پناہ مانگتے ہیں۔

یہ دُعا ہے نفس کے حملوں سے محافظت کی۔ تمنا ہے اپنے اندر کے دشمنوں سے خدائے قادر و توانا کی پناہ میں آجانے کی اور اشارہ ہے اس جانب کہ آج جو نئی زندگی شروع ہو رہی ہے قلب کی پاکیزگی اور نیت کی صفائی کے ساتھ شروع ہو۔

مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ۔ جسے اللہ راہِ ہدایت دکھائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی راہِ ہدایت دکھانے والا نہیں۔

یہ اقرار ہے اس عالمگیر حقیقت کا کہ راہِ ہدایت و ضلالت تکوینی طور پر سب اسی ایک کے ہاتھ میں ہے اور جس نئی زندگی میں قدم رکھا جائے اس میں ہر وقت ایمان کی کشتی امید و بیم کے دو آبہ میں ہے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔ اور گواہی دیتا ہوں میں کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسُول ہیں۔

یہ گواہی کس چیز کی ہے؟ اس کی اطاعت کے مستحق صرف اللہ کے احکام ہیں۔ انسان کے ذہن کے تراشے ہوئے نظریے اور فلسفے نہیں صداقت و تجربے حقیقت وہی ہے جو اللہ کے ہاں سے نازل ہوئی ہو وہ نہیں جسے خاک کا پتلا اپنے ذہن سے گڑھے اور گواہی اس چیز کی کہ وہاں سے اترے ہوئے احکام معتبر

و مستند وہی ہیں جو اس کے بندے محمدؐ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں ، نہ یہ کہ کوئی بھی مدعی حق شناسی کا جس دعوے کو چاہے اللہ کی جانب منسوب کر دے ۔ یہ دلیرانہ اعلان ہے دنیا کے سامنے اس حقیقت کا کہ حکمتیں اور صداقتیں جتنی بھی ہیں سب سمٹ سمٹا کر اسلام کے قانون کے اندر آ گئی ہیں۔

ایمان کی یہ تجدید آپ نے اپنے رسولؐ کی زبان سے سن لی؟ کوئی مناسبت ہے اس سے ہمارے آپ کے ہاں شادی کے رقعوں کو دعوت ناموں کو تہنیت ناموں کو خطبے میں بندہ اپنا کلام ختم کرتا ہے اور معاً بعد اپنے پروردگار کا کلام شروع کر دیتا ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اے ایمان والو ! ڈرو اللہ سے ۔

پہلی بات جو ارشاد ہوئی غور کر کے سنیے ۔ یہ نہیں کہ خوش ہو ۔ آج خوشی کا دن ہے اور مسرت کی گھڑی بلکہ یہ ہے کہ ڈرو اللہ سے ۔ یہ ڈرایا کس چیز سے جا رہا ہے ؟ کفر و شرک تو یہاں مراد نہیں ہو سکتے ۔ اس لیے کہ خطاب کافروں سے نہیں ، مومنین سے ہے اور مومن وہ ہے جو ان بلاکتوں سے پہلے ہی ڈر چکا ، جبھی تو ایمان لایا ، یا ایمان پر قائم رہا ۔ مراد یہ ہے کہ اللہ سے ڈر پیدا کرو ۔ اور ڈرتے رہو اپنے اقوال میں اپنے احوال میں اپنے اعمال میں ! جس نئی زندگی میں آج قدم رکھ رہے ہو ، اس کا تکیہ ، اسی کا سہارا بناؤ ، اسی خوف خدا ، اسی خشیت الٰہی کو ! آیندہ کی ساری مسرتیں

اور راحتوں کا راز یہی خوف خدا ہے۔ ایک مرد ایک عورت دونوں دنیا کے کاروبار میں ناتجربہ کار۔ ایک زبردست اور مستحکم معاہدہ کر رہے ہیں، ایک دوسرے سے اللہ کا نام لے کر۔ اس معاہدہ کی کنجی اُسی کے نام کی ہے۔

حَقَّ تُقٰتِہٖ   جیسا کہ حق ہے ڈرنے کا

یہ ڈر محض لفظی، رسمی اور سرسری نہ ہو۔ آج قدم امتحان گاہ میں رکھ رہے ہو۔ ایک ہستی جو نسبتہً کمزور ہے دے رہی ہے اپنی عزت اپنی جان اپنے مال کو دوسرے کی حفاظت میں اور عہد کر رہی ہے اُس کی اطاعت کا دوسری ہستی جو نسبتہً قوی ہے قول دے رہی ہے دوسرے کو اپنی رفاقت میں حفاظت میں کفالت میں لینے کا اور اپنی طرف سے محبت کا۔ حسنِ سلوک کا اس بارِ عظیم کی برداشت اگر ممکن ہے تو صرف تقویٰ الٰہی سے

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔   اور جان نہ دینا مگر اس حالت میں کہ تم فرماں بردار ہو۔

اسلام کے قانون کی ماتحتی میں، جس طرح دنیا میں بسر کرتے ہو، اس تماشا گاہ فنا سے عالم بقا کی طرف رخصت ہو تو کلمہ پڑھتے ہوئے اسی سچے دین کا، اسی اچھے آئین کا! ازدواجی زندگی میں جب سابقہ ۳۶۵ دن اور ساتھ دن کے چوبیس گھنٹوں کا رہے گا اور چھوٹے بڑے معاملات ہر قسم کے پیش آتے رہیں گے ممکن نہیں کہ آپس میں ناگواری کے موقع کثرت سے پیش آتے نہ رہیں طبیعتوں میں غصہ آنے کا اشتعال ہوگا نہ ہو کہ ان

موقعوں پر نفس عقل پر غالب آجائے یہی موقعے ہوں گے اسلام کے امتحان کے اپنے کو کسی کے سپرد کردینے کے دعوے کی جانچ کے، لغزش کسی قدم پر بھی نہ ہونے پائے۔ صبح زندگی کی جب کرن پھوٹے جب بھی یہی دین، شام زندگی کی جب شفق پھوٹے جب بھی یہی آئین!

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۔   اے انسانو ڈرو اپنے پروردگار سے ۔

پہلی آیت ہوچکی۔ خطبۂ مسنونہ کی دوسری آیت کا آغاز بھی اسی انجام کی یاددہانی سے ہوتا ہے جس سے ڈرایا ہے وہ نعوذ باللہ مشرک قوموں کی دیویوں دیوتاؤں کی طرح کوئی ڈراؤنی اور خونخوار ہستی تو ہے نہیں شفیق ترین ذات ہے، نوع انسانی کا رب ہے اور شفقت و کرم کی تعبیر میں ربوبیت، لغت کا آخری لفظ ہے۔ اس کی بےحد و حساب کریمی اسی لفظ سے ظاہر ہے۔

الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۔   جس نے پیدا کیا تمھیں ایک ہی جاندار سے۔

وہ پروردگار ہے کیسا؟ ایسا کہ جس نے نسل انسانی کی حیثیت ایک خاندان کی رکھی یہ نہیں کہ بعض مشرک قوموں کے عقیدہ کے مطابق فلاں فلاں ذاتیں خالق کے منھ سے پیدا ہوئیں اور فلاں فلاں نیچی ذاتیں خالق کے پیر سے اپنی اصل، یعنی نسب انسانی اور نسل بشری کے اعتبار سے سارے بنی آدم ایک ہیں۔

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا — اور اسی ایک سے اس کا جوڑا (بھی) پیدا کیا۔

پہلی عورت کی پیدائش جس صورت سے بھی ہوئی ہو۔ یہاں مقصود اس کا کھولنا نہیں بلکہ مقصود صرف اس حقیقت کا اظہار ہے کہ جس طرح بھی بنی ہو۔ بہرحال پہلی عورت، پہلے مرد ہی سے بنی ہے، نہ یہ کہ بعض مشرک قوموں کے عقیدہ کے مطابق عورت کی پیدائش مرد سے الگ کسی حقیر و ذلیل طریقہ پر اور بلا روح ہوئی ہے۔

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً — اور انھیں دونوں سے نکال کھڑا کیا بہت سے مردوں اور عورتوں کو۔

اسی ایک جوڑے سے ساری نسل انسانی چلادی اور اتنی بڑی تعداد میں مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا جس کا نہ شمار ممکن ہے نہ حساب اور انھیں سے آج تک اللہ کی سرزمین آباد ہے نہ یہ کہ مختلف نسلوں کے مورث اعلیٰ الگ الگ ہوں۔ جیسا کہ بعض فرنگی سمجھ رہے ہیں۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ — اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطے سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔

اور جب ان بنیادی حقائق کا اعلان ہو چکتا ہے تو ایک بار پھر تاکیداً ارشاد ہوتا ہے کہ ڈرتے رہو اپنے معاملات میں اسی اللہ سے جس کا نام لے لے کر ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے رہتے ہو۔ شوہر

توقع رکھتا ہے کہ بیوی اس کی اطاعت کرے خدمت کرے کہ دین نے شوہر کا حق رکھا ہے۔ بیوی کو آس رہتی ہے کہ شوہر اس کی کفالت کو، رفاقت کو پوری طرح ادا کرے کہ دین میں یہ بیوی کا حق رکھا ہے لیکن دونوں یہ یاد رکھیں کہ جس نے ہر ایک کو یہ حق دلائے ہیں اسی نے ہر ایک کے ذمے دوسرے سے متعلق فرائض بھی عائد کر دیے ہیں۔ سو ڈرتے رہو اپنے اسی اصلی حاکم سے۔

وَالْاَرْحَامَ اللہ سے ڈرنے کے باب میں اجمالاً تو تمام فرائض کی نگہداشت آگئی، تاہم مناسبتِ مقام سے تصریح کے ساتھ ارشاد ہوا کہ قرابتوں کے باب میں ڈرو اور قرابتوں میں میاں بیوی والی قرابت ازدواجی قرابت سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ بالآخر تمام رشتوں اور قرابتوں کی بنیاد اسی پر جا کر ٹھہرتی ہے۔ "ارحام" کا لفظ ہی تصریح کے ساتھ نہیں لایا گیا۔ بلکہ عطف بھی لفظ اللہ پر کر کے کس درجہ اہمیت اس رشتۂ زوجیت کی دکھا دی۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا۔ بیشک اللہ تمھارے اوپر ہر وقت نگراں ہے۔

آیت کا خاتمہ اس مراقبہ پر ہوتا ہے کہ جس نے یہ احکام دیے ہیں وہ حاضر و ناظر ہے۔ عالم کل ہے۔ آج اُسے رتی رتی خبر تمھارے معاملات کی حالات کی، نیادتیوں کی ہے کل بازپرس ان سے متعلق ہو کر رہے گی۔

اب خطبۂ مسنونہ کی تیسری آیت جو درحقیقت دو قرآنی آیتوں کا مجموعہ ہے ملاحظہ ہو۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ — اے ایمان والو ڈرو اللہ سے۔

گویا آغاز ایک بار پھر خوف خداوندی کی یاددہانی سے ہوا۔

وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا — اور جو بات کرو سیدھی سچی تلی کرو۔

بے احتیاطیاں سب سے بڑھ کر زبان ہی کے سلسلہ میں سرزد ہوتی ہیں اس لیے باب کلام کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا۔ میاں بیوی کا رشتہ چوبیس گھنٹوں کا سابقہ۔ بات چیت کے موقعے ہر منٹ، ہر لمحہ، ہر آن، موضوع گفتگو کوئی ایک چیز نہیں، چھوٹی بڑی ہر چیز ہنسی دل لگی بھی، صلاح و مشورہ بھی گلے اور شکوے بھی ـــ زبان پر قابو نہ ہوا تو ہوئیوں کے دراور رنجشوں کے ڈربے ہر وقت کھلے ہوئے، جھگڑے کھیڑے قدم قدم پر دھرے ہوئے کبھی میاں نے بے خیالی میں سخت بات کہہ دی۔ بیوی کے دل میں نشتر کی طرح اُتر گئی کبھی بیوی زبان درازی کر بیٹھی۔ شوہر کے پہلو میں پھانس عمر بھر کے لیے گڑ گئی، کبھی انھوں نے جھوٹ بول کر اپنا یا، کبھی انھوں نے فریب سے کام لے کر پرچایا۔ بھید کھلنے پر اعتبار ہمیشہ کے لیے جاتا رہا۔ زندگی، زندگی بھر کے لیے تلخ ہو گئی۔

یُصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ — اللہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کردے گا۔

زبان پر قابو رکھنے کی برکت یہ ظاہر ہوگئی کہ اللہ عملی زندگی ٹھیک کر دے گا۔ قول، کی اصلاح اپنے اختیار و ارادے سے کرو، عمل، کی اصلاح ادھر سے ہونے لگے گی، یہ برکت تو دنیا میں ظاہر ہوئی۔ باقی جو کوتاہیاں پھر بھی ہو جائیں گی۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ — اور اللہ تمھاری معصیتیں بخش دے گا۔

یہ برکت عقبیٰ میں ظاہر ہوئی۔ قول سدید کے برکات اور بات ٹھیک ٹھیک، سیدھی اور سلجھی ہوئی کہنے کے ثمرات آپ نے دیکھ لیے؟ اور ایک اسی پر کیا موقوف ہے اطاعت اللہ و اطاعت رسولؐ ہے ہی وہ چیز کہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ — جس نے اللہ اور اس کے رسول
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا — کی اطاعت اختیار کی یقیناً وہ پہونچ گیا بڑی کامیابی کو۔

اور اسی اطاعت کے مناظر، اسی اطاعت کے مظاھر ازدواجی زندگی کے حلقہ سے بڑھ کر اور کہاں نظر آ سکتے ہیں۔

عزیزانِ بزم! دنیا کے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے معلم اور سب سے بڑے خطیب کا مرتب کیا ہوا خطبۂ نکاح آپ نے سُن لیا۔ دین کی شہزادیوں کے عقد میں پڑھا گیا، امت کی ماؤں کے جلسۂ نکاح میں سنایا گیا، عالم قدس سے نشر ہوا اور قدوسیوں کی وساطت

سے ناسوت کی فضا میں پھیلا اس میں کیا ملا؟ شاعری کی رنگینیاں، تخیل کی بلند پروازیاں، الفاظ کی طلسم بندیاں؟ یہ نہیں تو ہمارے قیاس ظاہری کے لحاظ سے کم از کم یہ تو ہوتا، کہ نکاح کے فضائل کا بیان ہو، ازدواج و اولاد کا بصراحت اعلان ہو، دولھا دلھن کے لیے مبارکبادیں عہد الفت و بیان محبت کی قرار دادیں! ــــــ اس کے برعکس یہاں ملا کیا؟ تنبیہ اور وعید، تخویف اور تہدید! گنتی کی چند آیتیں اور ان میں ایک جگہ نہیں پانچ جگہ اتقوا اللہ کی تکرار!

لیکن گزارش ہے کہ یہ نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا؟ خطبۂ نکاح میں نفس نکاح کے فضائل، بسط و تفصیل سے بیان کرنے کے کیا معنی تھے؟ جو شخص اپنا نکاح پڑھوا رہا ہے ظاہر ہے کہ وہ نکاح پر آمادہ تو ہو ہی چکا، اب اس میں آمادگی پیدا کرنے کا محل کیا رہا؟ اب ضرورت تو اس کی ہے کہ ازدواجی زندگی کا کوئی جامع دستور العمل اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔

مسافر جب سفر شروع کر چکا تو اب اس کی کیا ضرورت باقی رہی کہ اس کے سامنے برکات سفر پر کوئی مبسوط تقریر کی جائے؟ اب تو اس کے کام کی چیز یہ ہے کہ خطرات راہ سے امن و حفظ کی راہیں اس پر کھول دی جائیں اور جن ملکوں میں آئندہ زندگی گزارنا ہے وہاں کا کوئی مستند نقشہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ خطبۂ نبوی یہی دستور العمل، یہی نقشہ سفر ہے اور اس کی کنجی اتقوا اللہ! جزئیات

ظاہر ہے کہ بے شمار ہیں اور ہر فرد بشر کے لیے الگ الگ۔ جامع و مانع سب کے لیے ایک لفظ یہی ہے، تقویٰ اللہ۔ خدا کا خوف جس نے اپنے دل میں بٹھا لیا اس کے لیے ہر راہ آسان ہے اور پھر چونکہ ظاہر ہے کہ مرد کی ہستی قوی ہے اور ہر طرح کی سختی برتا دراس لیے اتقوا اللہ میں رخ، عورتوں سے کہیں زیادہ مردوں کی جانب ہے اور یہیں سے یہ ہے کہ حجۃ الوداع کے مشہور و معروف خطبہ میں دنیا کے سب سے بڑے مصلح نے صراحت کے ساتھ مردوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ

اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ — ڈرتے رہو عورتوں کے باب میں۔

پرہیز کی تاکید اسی سے کی جاتی ہے جس سے بد پرہیزی کا خطرہ بھی زائد ہو۔

مسلمان لڑکی! گو پہلے سے بھی بارہا سن چکی ہے آج ایک بار پھر سن لے کہ اسلام میں اچھی بیوی کا معیار کیا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے اسی زبان نے، جو صرف سچائیوں ہی پر کھلتی تھی کہ

لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

اگر میں کسی کو حکم دیتا اس کا کہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً حکم دیتا عورت کو کہ سجدہ کرے اپنے شوہر کو۔

یہ ہے اسلام میں اچھی بیوی کا معیار! اس ارشاد کے کیا معنی ہوئے؟ یہ معنی ہوئے کہ بیوی مٹا دے اپنے کو شوہر کی اطاعت میں۔ فنا کر دے اپنی مرضی کو شوہر کی مرضی میں، کہ اسلام میں اچھی بیوی کا معیار یہ نہیں ہے کہ کالج سے وہ ڈگریاں اور ڈپلومے لے کر نکلے، جو خود مردوں کے حق میں بے کار ہو چکے ہیں اور بے حیائیوں اور عریانیوں میں درس سینما کی ایکٹریسوں سے لے۔ اس دین کے اندر تو شریف بیوی وہ ہے جو اپنے دل کے ولولے، حوصلے اپنی آرزوئیں، امنگیں، اپنا چین اپنا آرام سب نثار کر دے۔ بس ایک کے گوشۂ چشم پر بیوی بن کر آئے، باندی بنا کر اپنے کو رکھے۔ ذلتیں ہوں، انھیں عین عزت سمجھے، کانٹوں کا بستر ملے ان کو پھولوں کی سیج خیال کرے۔ بس شُسن لے اس وقت تک کی معصوم لڑکی اور چند منٹ میں بن جانے والی بہو، کہ زندگی کا نیا دور شروع ہونے کو ہے۔ اب تک کھیلا اور کھایا، بے فکری کی نیند سوئی اور سکھ کی ہنسی ہنسی۔ کل سے نئی پابندی ہوگی۔ ورنئی محکومی، اب تک زندگی اپنے واسطے تھی کل سے دوسرے کی خدمت کے لیے وقف ہوگی۔ اب نہ اپنے لیے کھانا ہوگا نہ اپنے لیے پہننا، نہ اپنے وقت سونا نہ اپنے وقت جاگنا، اللہ کی شان! اب تک جو دوسروں کی آنکھوں کی پتلیوں میں رہی آرزوؤں اور ارمانوں کے گہوارے میں پلی اور بڑھی، کل سے وہ خود دوسرے کی خدمت گزاری کے لیے وقف ہوگی۔ تعلیم و تربیت، آرٹس کے سایہ سے دور دور، نائن آرٹس کی نمائش گاہ سے بہت دور، بری بھلی جو کچھ بھی ہوئی، سب اسی دن کے لیے تھی

دل قدم قدم پر مارنا ہوگا اور طبیعت کو بات بات پر روکنا، منزل بے شبہ سخت ہے اور ذمہ داریاں کڑی۔ لیکن مسلمان لڑکی یہ بھی سن لے کہ انعام بھی کیسے اور بشارتیں بھی کیا کیا ہیں؟ مائی اُم سلمہؓ کہتی ہیں اور اس کی زبان سے سن کر کہتی ہیں جو دنیا میں ہر کمزور کا سہارا اور ہر بے کس کا آسرا بنا کر بھیجا گیا تھا کہ

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ تَقُوْلُ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلعم یَقُوْلُ
اَیُّمَا اِمْرَأَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُھَا عَنْھَا
رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ۔
(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

جو عورت زندگی کی منزلیں طے کرتی ہے آخری منزل میں اس حالت میں پہنچتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہے تو بس جنت اس کی ہے۔ گویا جنت اور اس کے درمیان کوئی روک نہیں۔

دنیا کی بڑی سے بڑی تکلیفیں عارضی اور فانی اور یہاں کی سخت سے سخت تلخیاں وقتی اور ہنگامی، مسلمان لڑکی اُس آخری منزل کو سامنے رکھے تو انشاءاللہ راہ کا ہر کانٹا پھول، اور ہر تھپیڑا پانی بن جائے گا۔

لڑکی ذات ایک امانت ہوتی ہے۔ ماں باپ کے ہاتھ میں پروردگار کی طرف سے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی عمر کنوارپنے میں گزری، اس میں اس امانت کا حق کہاں تک ادا ہوا اور کوتاہیاں اور حق تلفیاں کتنی زائد ہوئیں! ان خطاؤں کی معافی کا سہارا آخرت میں تو اسی سے ہے جس نے

دنیا میں ان پر پردہ ڈالے رکھا۔ دنیا کے عیبوں کا ستار، کیا آخرت میں غفار نہ بنے گا؟ لیکن آج یہ امانت، اسی پروردگار کے حکم کے ماتحت دوسرے کی طرف منتقل ہو رہی ہے، موقع ہے کہ علانیہ اور سرِ محفل معافی اس سے طلب کی جائے جس سے خدا معلوم کتنی بار ظالمانہ برتاؤ ہوا اور جس کی صحیح پرورش و پرداخت کا حق، سچ ہے کہ شمہ برابر بھی ادا نہ ہو سکا اور امانت کا حق، جب بڑوں سے فطری تعلق رکھنے والوں سے نہ ادا ہوا تو اس کی توقع ایک کم عمر سے اور امانت کے جدید حامل سے کیوں رکھی جائے پھر بھی دعا یہی ہے کہ ظالم باپ کی مظلوم لڑکی! اللہ تیرا نصیب کھول دے! جس کے ساتھ عمر بھر نباہ کرنا ہے اس دل پر اللہ تجھے حاکم بنائے! عمر بھر تجھے کنیزی نصیب رہے جنتی بیویوں کی سردار فاطمہ زہرؓا کی، اور اے متقیوں اور تباہ کاروں سب کی سننے والے جب وقت آئے تیرے دربار میں اس بندی کی حاضری کا، تو اس کے نصیب پر پرتو پڑے خوش نصیب خدیجۃ الکبریٰ کے نصیب کا، جن کا سوگ منایا تیرے حبیب و محبوب نے، اس کے نصیب پر سایہ ڈالے خوش نصیب عائشہ صدیقہؓ کا نصیب، کہ تیرے بندے اور ہمارے آقا نے جب دنیا سے سفر اختیار فرمایا تو سرِ مبارک ہزاروں رفیقوں اور جاں نثاروں کے باوجود انھیں کے زانو پر تھا

. بچپن میں جب کسی کی ہونے والی شادی کا نام سننے میں آتا تھا تو

ذہن کے سامنے تصویر یہ آتی تھی کہ کھانے خوب کھانے میں آئیں گے۔ کپڑے
نئے نئے اور چمک دار پہننے کو ملیں گے پڑھنے سے چھٹی رہے گی۔ دو چار دن
خوب کھیل کود، مزیداری میں گزریں گے۔ بچپن کا خواب جوانی تک قائم
رہا گو شکل بدل گئی، نکاح کی حقیقت، اب تک مخفی رہی۔ اور جب اپنی شادی
کا خیال آیا تو اس کے معنی چند تفریحوں اور چند دلچسپیوں تک محدود رہے۔
بارات یوں روانہ ہوگی، محفل یوں جمے گی، رخصتی یوں ہوگی، دعوت یوں
ہوگی، سیر و تفریح، لطف و دلچسپی کے سامان یوں رہیں گے۔ گویا ازدواجی
زندگی اپنی عظیم الشان وسعتوں اور بے انتہا پہنائیوں کے ساتھ سمٹ
آئی تھی، دھوم دھام کی چند گھڑیوں میں عیش و عشرت کے چند گھنٹوں
میں! شروع کے چند پُر لطف دنوں میں شروع کی چند پُر لطف راتوں میں!
آہ بچپن کی نادانیاں اور نوعمری کی نافہمیاں! بات بالکل صاف اور واضح تھی۔
لیکن اس وقت سمجھ میں نہ آئی کہ آج پر خدا معلوم کتنے کل آنے والے ہیں نرم
بھی اور گرم بھی، اور اس شام کی، خدا جانے کتنی صبحیں طلوع ہونے والی
ہیں، دلکش و رنگین بھی اور اداس و غمگین بھی، آنکھوں سے پردے رفتہ
رفتہ ہٹے۔ دنیا نام ہے حقائق کا تلخ سے تلخ حقائق کا شاعری و خیال آرائی
نہیں اور واقعات کی دنیا دنیا میں پڑ کر معلوم ہوا کہ افسانہ نگاروں اور ناول
نویسوں کی دنیا سے الگ بالکل الگ ہے۔ معاش کا سوال چھڑا،
درد کا سلسلہ چلا، مایوسیاں بھی راہ میں آئیں، معذوریاں بھی، بیماریوں
کی دکھن بھی پیش آئی ناکامیوں کی چبھن بھی ـــــ یہ منزلیں وہ ہیں

جن سے ہر راہ رو کو گزرنا ناگزیر ہے۔ مردہ ہے جو یاد رکھے ان سب مواقع پر اپنی ذمہ داریوں کو، خالق کے سامنے اپنے ایک ایک قول اور ایک ایک عمل کی پیشی کو۔ یہ راز ہے اِتَّقُوا اللّٰہ کی تکرار کا۔ یہ معنی و مفہوم ہیں محفلِ نکاح میں ایجاب و قبول کے! شوہر نے دعوت دوست احباب کی بڑی دھوم سے کی۔ بیوی کی ذرا سی بے توجہی سے عین وقت پر کھانا بالکل خراب ہو کر رہا۔ اب طبیعت ہے کہ غصّہ سے بےخود ہوئی جاتی ہے، اور نفس مضطرب ہے کہ زیادہ سے زیادہ سزا ممکن ہو گھر کی مالکہ کو دی جائے — یہ موقع ہے اِتَّقُوا اللّٰہ پر عمل کا! — شوہر مدت کے بعد پردیس سے گھر آتا ہے، راستہ بھر خواب دیکھتا ہوا کہ بیوی سے یوں مزے مزے کی باتیں ہوں گی، گھر پہونچا تو دیکھا کہ بیوی بیمار پڑی ہے، معمولی بات بھی مشکل۔ طبیعت میں جھنجلاہٹ کیسی کچھ پیدا ہو کر رہی یہ وقت ہے اتقوا اللّٰہ کے یاد کرنے کا! میاں بیوی میں بات چیت معمولی ہنسی دل لگی سے شروع ہوئی۔ بیوی کی زبان سے بات کوئی ایسی نکل گئی کہ میاں کے دل میں چبھ گئی۔ قوت اسے حاصل، حکومت اس کی، اختیارات اس کے ہاتھ میں بالکل بس میں کہ جو چاہے سزا دے ڈالے۔ یہ گھڑی ہے اتقوا اللّٰہ کے قدر کرنے کی۔

خوب غور کر کے دیکھ لیا جائے، دنیا میں جس قدر بھی رنجشیں، جن اسباب سے بھی واقع ہوتی رہتی ہیں، یہ سب پیدا کہاں سے ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ سابقے سے اگر سرے سے سابقہ ہی نہیں تو کسی نزاع کسی بے لطفی کا امکان ہی نہیں۔ اب دنیا میں کوئی رشتہ کوئی تعلق اس میاں بیوی کے رشتہ سے

بڑھ کر ایک دوسرے سے سابقہ رکھنے والا، اشتراک رکھنے والا ہے؟ چوبیس گھنٹے کا ساتھ چولی دامن کا تعلق پر اس کے ہر راز سے واقف وہ اس کے ہر بھید سے خبردار۔ مرد نیک سا نیک سہی، بیوی مطیع سی مطیع سہی۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ تصادم کی صورتیں پیش آتی نہ رہیں؟ اور قوت چونکہ شوہر ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس لیے قدرۃً اس کے استعمال کی تحریک بھی اسی کے نفس میں زائد ہوتی رہتی ہے۔ پھر رشتہ کی نوعیت یہ کہ بیوی کی جان پر جو کچھ بھی گزر جائے باہر والوں کو خبر نہ ہو۔ شوہر کو نہ اپنی رسوائی کا اندیشہ نہ انتقام کا خوف۔ ان تمام موقعوں پر ایسے سارے حالات میں کون سی شے ایسی ہے جو شوہر کو قابو میں اس کے مزاج کو حدود کے اندر رکھ سکے۔ بجز اس ایک شے کے جس کا نام خوف خدا تقویٰ الٰہی ہے۔ خطبۂ نکاح میں اتقوا اللّٰہ کی کثرت کا راز کیا۔ اب بھی راز باقی رہا؟

لڑکوں کو مبارکباد اس وقت نہیں دی جاتی، جب وہ امتحان کے کمرہ میں پرچہ حل کرنے کو داخل ہوتے ہیں۔ مبارکباد کا وقت وہ ہوتا ہے جب کامیابی کا گزٹ چھپ چکتا ہے۔ آج کی محفل کا نوشہ سن لے کہ یہ وقت عملی زندگی کے سب سے بڑے امتحان میں داخلہ کا وقت ہے۔ نکاح کا وقت بلوغ کے بعد ٹھہرایا گیا ہے اور رضامندی معتبر صرف بالغ ہی کی ہوتی ہے لیکن خود بلوغ کے معنی کیا ہیں۔ یہی نہ کہ ذمہ داری کا احساس پیدا ہو گیا اور روح و جسم اور قلب ایک عظیم الشان ذمہ داری کے اٹھانے کو تیار ہو گئے نفس خوش نہ ہو کہ عمر بھر کے لیے خدمت کو ایک باندی ہاتھ آ گئی۔ یہ تخیل اور جہاں کہیں

کا بھی ہو۔ اسلام کا تخیل یقیناً نہیں۔ وقت غفلت کے قہقہوں کا عیش و مسرت کی تالیوں کا نہیں، مقام قلب سلیم کے ڈرنے اور لرز جانے کا ہے کہ ایک عظیم الشان امانت سونپی جا رہی ہے۔ اور ایک اپنے برابر کی انسانی ہستی کی خبر گیری کا بار سر پر آ پڑنے کو ہے! ع

امتحاں گاہ کو تو عیش کی محلس نہ سمجھ

اب تک صرف کھانا تھا اب کھلانا بھی ہوگا۔ جیسا خود کھایا ویسا ہی کھلانا ہوگا! اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ اب تک صرف پہننا تھا، اب پہنانا بھی ہوگا جب اور جس وقت خود پہنا، اسی وقت اور اسی طرح پہنانا بھی وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اعتراض و عیب جوئی سے نکتہ چینی سے دل شکنی سے زبان روکنی ہوگی۔ وَلَا تُقَبِّحْ۔ ارشاد یہ نہیں ہوا کہ جھوٹے عیب نہ نکالے جائیں۔ عیب، سچے یا جھوٹے کسی طرح بھی نہ نکالے جائیں اور پھر نکتہ یہ ہے کہ کھلانا پہنانا جو کچھ بھی ہو، خیرات کی مدمیں نہ ہو۔ بھیک منگی کی جھولی میں ٹکڑا ڈال دینے کی حیثیت سے نہ ہو ـــ بیوی کا حق اور اپنا فرض سمجھ کر ہو۔ اور ان معاملات کے برتنے کا طریقہ بہتر سے بہتر اور شائستہ سے شائستہ ہو۔ ہمارے اور آپ کے آقا کے اصل الفاظ ہیں۔

اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ۔ (ترمذی)

جس نے یہ احکام دیے ان آداب کی تعلیم دی اس نے ایک جامع اور مانع معیار انسان کے شرف و بزرگی کا بھی، انسان کے ہاتھ میں دیا ہے۔

اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ	مومنین میں کامل ترین ایمان
اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُھُمْ	میں وہ ہے جو خلق میں بہترین ہو اور
بِاَھْلِہٖ ۔ (ترمذی)	اپنے اھل کے حق میں نرم ترین ہو ۔

یہ روایت عائشہ کی تھی ۔ ابوہریرہ کی روایت میں بجائے اَلْطَفُھُمْ بِاَھْلِہٖ کے الفاظ آتے ہیں خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَاءِھِمْ تم میں سے بہتر وہ ہے جو بہت ہو اپنی عورتوں کے حق میں ۔

نیکی اور بزرگی کا معیار یہ نہیں ارشاد ہوا کہ کون باہر والوں کے ساتھ کیسا ہے ۔ پبلک پلیٹ فارم پر کس روپ میں آتا ہے ۔ بلکہ یہ کہ اپنی رفیق خلوت کے حق میں ، اپنی شریک حیات کے سالبقہ میں کیسا ہے اور حق یہ ہے کہ انسان کی اصلی سیرت کا اندرونی کیرکیٹر کا ، نفس کی گہرائیوں کی پیمائش کا اس سے جنچا تلا پیمانہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا ۔

جس کے یہ احکام ہیں اس کا خود عمل یہ ہے کہ ایک شب مبارک میں بستر مبارک سے اٹھ کر مومنین کے حق میں دعائے مغفرت کا خیال آتا ہے تو حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ آپ آہستہ سے اٹھے ۔ ردائے مبارک آہستہ سے اٹھائی ، حجرہ کا دروازہ آہستہ سے کھولا ۔ ہر ہر جنبش میں آخر آہستگی کا اہتمام کیوں ؟ اس لیے کہ پاس ہی آرام فرمانے والی ایک خاتون عائشہ صدیقہ کی راحت و آسائش کے باب میں بلا ضرورت خلل نہ پڑے ! اللہ اکبر جس آقا و سردار کو یہ اہتمام رفیقہ حیات کی راحت و آسائش کے باب میں تھا آج اس کی امت میں مشرک قوموں کے اختلاط

سے خیال یہ پھیل گیا ہے کہ بیوی بھی بھلا شوہر کی طرف سے کسی عزت و تکریم کے قابل ہوتی ہے ۔ بیوی کی حیثیت تو ایک بن داموں کی کنیز کی ہوتی ہے ۔ ایسے مذاہب بھی اسی دنیا کے پردے پر یقیناً موجود ہیں جنھوں نے عورت کے وجود کو ننگ انسانیت اور بیوی کو ایک گندی ہستی قرار دے دیا گیا ہے لیکن شارع توصاف اسے ایک نعمت قرار دے دیا گیا ہے ۔

خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا	دنیا میں بہترین جنس اچھی اور
اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔	پاک بیوی ہے ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

جس نے یہ تعلیم دنیا کو دی ۔ جس نے خود اپنی ازدواجی زندگی اس معیار پر گزار دی ۔ حق تھا کہ وہ اپنے متعلق نفس الامر کا اور اپنی امت سے متعلق نصب العین کا اعلان ان کھلے لفظوں میں کرتے ۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ	تم میں بہترین انسان وہ ہے
وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ ۔	جو اپنے اہل کے حق میں بہتر ہو اور
(ترمذی)	میں ــ مجھے دیکھو اپنے اہل کے حق میں
	بہتر ہوں ۔

باپ کا سن جب اتنا آجائے کہ اولاد جوان ہو کر شادی کے قابل ہو جائے تو یقین کر لینا چاہیے کہ اپنی جوانی جواب دے چکی اور وہ وقت جو دُور کبھی نہ تھا اب وہ قریب آگیا ۔ امانت دوسروں کے سپرد کی جا چکی ہے ۔ جنھیں کل تک انگلی پکڑ کر چلانا سکھایا جا رہا تھا آج انھیں اپنی عمر

بھرکی ذمہ داریوں میں برابر کی حیثیت سے شریک کیا جا رہا ہے۔ مناسب وقت ہوگا کہ امانت کے نئے نئے شریکوں اور ذمہ داروں کو وصیت کے بھی کچھ کلمات سنا دیے جائیں - اور حسن بیان کا سرنامہ بسم اللہ تھا اس کی تمت انا اللہ پر ہو -

اے اللہ! آج تیرے ایک ناتواں بندے اور ناتواں بندی پر تیرے ہی حکم و ہدایت کے مطابق، تیرے ہی قانون کے ماتحت، تیری ہی مرضیات کے حصول کے لیے وہ بار رکھا جا رہا ہے - جو آج سے قبل تیرے بیشمار نیک بندوں اور نیک بندیوں پر رکھا جا چکا ہے - اے اللہ ان سب کے طفیل میں ان دونوں کو بھی اس امتحان میں پورا اتار، آزمائش میں ثابت قدم رکھ - ان کے نفسوں کو ہر قسم کی آلائش سے، گندگی سے پاک کر دے، ان کی دنیا سدھار دے، ان کی آخرت سنوار دے، دونوں اپنی مرضی تیری مرضی میں گم کر دیں - انھیں نقش قدم پر چلنا نصیب ہو - ابراہیم خلیلؑ اور سارہ کے ابراہیم خلیلؑ اور ہاجرہ کے محمدؐ رسول اللہ اور خدیجہؓ کے محمدؐ رسول اللہ اور عائشہ صدیقہؓ کے، انھیں اپنی پناہ میں رکھ - دور فسق کے ہر فتنہ سے، باد سموم کی ہر لپیٹ کو ان کے حق میں نسیم سحر کا جھونکا بنا دے، آتش نمرود کے ہر شعلہ میں ان کے لیے گلزار خلیل کے پھول کھلا دے! دونوں مل کر اپنے دین کی تکمیل کریں اپنے دین کی محبت ان کے دل میں جما دے تیرے دین کی خدمت میں جوانی گزار دیں، بڑھاپے کی منزلیں طے

کریں۔ جب وہ وقت آئے کہ چہروں پر جھریاں پڑ چکیں خود اپنی اولاد
اور اولاد در اولاد کی رخصتی اور جہیز کی فکروں میں لگے ہوں اور یک کے
سر کی ایک ایک لٹ اور دوسرے کے چہرے کا ایک ایک رویاں سن
سفید ہو چکے ہوں اس وقت بھی ایک دوسرے کی محبت دلوں میں رچی
ایک دوسرے کی رفاقت روح میں بسی ہو۔ و اس سے بڑھ کر دونوں
اپنے ایمان میں مستقیم اور تیرے دین کی خدمت میں سرگرم رہیں۔ اے اللہ
جب وہ وقت آئے کہ جب تیرے ہی رسولؐ کی دی ہوئی سچی خبروں کے
مطابق کفر و نفاق کا غلبہ (خاکم بدہن) علانیہ سر میر پر ہونے لگے۔ جب صبح
کا مومن شام کو کافر اور شام کا مومن صبح کو منافق نظر آنے لگے۔ جب تیری
کتاب پر تیرے دین پر تیرے آئین پر علانیہ مضحکے ہونے لگیں آوازے کسے
جانے لگیں جب تیرے اسلام سے بغاوت عام ہو جائے جب محمدؐ کی فوج کا
ایک ایک سپاہی غداری پر تل جائے اس وقت بھی لغزش ان کے قدموں
کو نہ ہونے پائے! روما کا مشہور متمدن اور نفیس ترین شہر پامپی آئی
جب قہر الٰہی سے یک بیک تباہ ہوا ہے اور ہر شخص اپنی جان لے کر بھاگنے
لگا تو ایک سنتری اپنی ڈیوٹی پر آخر وقت تک مستعد کمر بستہ کھڑا رہا اور
موت آئی تو سی ڈیوٹی . . . . کی حالت میں۔ یورپ کی آرٹ گیلری
میں آج تک اس سنتری کا مجسمہ محفوظ ہے اور اس کے نیچے کتبہ لگا ہوا ہے
FAITHFUL UNTO DEATH مرتے دم تک وفادار۔
اے اللہ۔ تو اپنی مرضیات کی جنت میں کاتب قدرت کے قلم سے

لکھا ہوا طغریٰ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کا ان کے اور ہم سب کے حق میں نصیب کر! دنیا غدار ہو جائے ہم سب کو مرتے دم تک وفادار رکھ! یہ دونوں جب اپنی زندگی کی ساری منزلیں تیرے فضل وکرم کے سایہ میں طے کر کے اپنے وقت پر تیرے حضور میں حاضر ہوں تو انھیں شرمندہ نہ کر ایک دوسرے سے اور نہ اپنے اور نہ اپنے رسول ؐ سے! یہ جنت کے لیے ہوں اور جنت ان کے لیے! اور ان کے ساتھ ہم سب دعا گوؤں کے لیے بھی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

(۳)

یہ خطبہ حضرت مولانا عبد ماجد صاحب نے اپنی منجھلی صاحبزادی
کے عقد کے موقعہ پر پنجشنبہ ۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۲ شعبان ۱۳۵۸ھ
کو ایک مختصر مجمع کے سامنے پڑھا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ
مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

دنیا ہے اور چھٹی صدی عیسوی کے ختم آخری دنیا۔ عالم انسانیت
جہل اور نادانیوں میں گرفتار اور فضائے کائنات شرک اور وہم پرستیوں
سے تیرہ و تار۔ رحمتِ حق کو حرکت ہوتی ہے۔ وحی کے خلوت نشین کے
لوح قلب پر عالم قدس سے نشر شروع ہوتا ہے۔ وحیٔ الٰہی وہ شے ہے کہ

اس کی ہیبت، الانسان ضعیف البنیان الگ رہا، پہاڑ تک کو جگہ سے ہلا دے، پتھر اور لوہے کو پگھلا دے، صاحبِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمت کے پہلوان تحمل کے مرد میدان لیکن بہرحال انسان وحی اول کے تجربہ اور فرشتہ سے پہلے پہل سابقہ کے بعد، جب کاشانۂ مبارک کو تشریف لائے ہیں تو اس حال میں کہ قلب الوزہیبتِ وحی سے قدرۃً گراں بار اور جسم اقدس پر خشیت کے مادی آثار تسکین و تشفی عین اس وقت جو دیتی ہے اور پیشانی مبارک سے اندیشہ کا پسینہ جو پونچھتی ہے، آپ کو یاد ہے کہ وہ کون سی ہستی تھی ـــــ رفیقۂ زندگی شریک شادی و غم، مونس راحت والم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ عورت کی قدر، اسلام کی تاریخ میں آپ نے دیکھی؟ بیوی کا مرتبہ رسول کے ماین آپ نے پہچانا؟ ہے کوئی اس کے مقابل کی چیز عورت کے لفظی ہمدردوں کے دفترِ عمل میں؟ نسائیت کے رجز خوانوں کے نعرہ ہائے بے محل میں؟

رسول اکرمؐ دنیا سے تشریف لیے جا رہے ہیں۔ عالم ناسوت میں یہ شمع جمال ہمیشہ کے لیے گل ہونے کو ہے امت پر اس سے بڑھ کر قیامت خیز گھڑی، قیامت تک اور کون آ سکتی ہے؟ صحابۂ کرام ایک سے ایک بڑھ کر رشک ائے ہیوں انام صد ہا کی تعداد میں موجود لیکن تاریخ و سیرت کی زبان سے شہادت لیجیے کہ عین مفارقت روح کے وقت اور اس کے قبل بھی سر مبارک کس کے زانو پر ہے؟ عین لقاءِ حق کے وقت کس خوش نصیب کے نصیب میں ہے کہ جسد اقدس کے سہانے اور تکیہ کا کام دے؟

ابوبکرؓ کے نہ عمرؓ کے عثمانؓ کے اور نہ علیؓ کے جاں باز رفیقوں کے نہ محبوب عزیزوں کے، بلکہ شریک حیات سرآمد ازواج مطہرات، عائشہ صدیقہؓ کے ـــــ یہ ہے دنیا کے بڑے مصلح معلم و ہادی کی زندگی میں سبق بیوی کی منزلت و مرتبہ سے متعلق۔ ہاں وہی بیوی جس کے لیے ہم نے بے گانوں کے لغت سے الفاظ سیکھ رکھے ہیں "باندی" "کنیز" اور "لونڈی" کے! یہ ہے ایک جھلک اس معاہدۂ اخلاص و وفا کے احترام کی جو اللہ کے بندوں اور بندیوں کے درمیان اس وقت سے اب تک کروڑوں اور اربوں بار منعقد ہو چکا ہے اور ابھی چند منٹ میں اس محفل میں ایک بار پھر منعقد ہونے والا ہے۔

جنتِ الٰہی ہے اور اس کی بھی دلآویزیاں ملائکہ قدس اور ان کی بھی زمزمہ سنجیاں باغ بہشت کا چپہ چپہ انوارِ الٰہی سے معمور، الف نے کبریائی کا قدم قدم پر ظہور، تخلیق ابوالبشر کی ہوتی ہے، تشریف آوری رونق بزم کائنات حضرت خلیفۃ اللہ کی ہوتی ہے۔ آپ آتے ہیں جنت میں کس لطف و مسرت کی کمی؟ ہر سو نعمتوں کی بارشس۔ ہر طرف انوار کی تابش، اس پر بھی اپنے دل کا ایک گوشہ خالی پاتے ہیں۔ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ جیسے اب بھی کوئی خلا ہے اتمام نعمت کے لیے یہ نہیں ہوتا کہ جنت کی لذت مادی میں کچھ بڑھا دیا جائے، سرور روحانی کے سامان میں کچھ اضافہ کر دیا جائے۔ بلکہ تخلیق ہوتی ہے آدم ہی سے ملتی جلتی لیکن پھر بھی اس سے ذرا الگ ایک اور مخلوق کی

خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ۔ آدم کا دل تسکین اب جا کر پاتا ہے ۔ تکمیل اپنے وجود کی اب محسوس کرتا ہے ۔ لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا ۔ سوچیے اور پھر سوچیے جنت میں کمی ہو کس چیز کی سکتی تھی ؟ ہر ممکن لذت خدمت کو حاضر ہر ممکن مسرت چاکری کو کمر بستہ ۔ لیکن نوازشوں اور بخششوں کی تکمیل جبھی جا کر ہوئی ۔ آدم کے حق میں جنت جبھی حقیقی معنی میں جنت ثابت ہوئی جب مرد کے لیے عورت شوہر کے لیے بیوی وجود میں آئی ۔

______ آدم زاد آج ۔ آج اس دنیا میں اپنی آرزوؤں کی جنت کی تعمیر کس چیز سے کرنا چاہتا ہے ؟ مال و دولت ہو ، جاہ و حکومت ہو، زہد و عبادت ہو ۔ جو کچھ بھی انسان کو دل و جان سے مرغوب و مقصود ہوتا ہے ۔ جس مقصود کے بھی پھیر میں رات و دن ایک کر مارتا ہے ۔ غور کر کے دیکھیے ان سب کے عقب میں ان سب کی تہہ میں آخری چیز کیا ہوتی ہے ؟ یہی نہ کہ دل کو جمعیت اور طبیعت کو سکون و تسلی ہو ؟ لیکن بعینہٖ یہی مقصود تو عورت کی بھی تخلیق سے ہے ۔ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا ______ گویا ایک طرف نسائیت (FEMINISM) کی پکار ہے کہ عورت ، ہر شعبۂ زندگی میں مرد کی حریف ہے رقیب ہے ، مرد اگر سینکڑ در ، فٹ کی بلندی سے طیارہ سے چھلانگ مارتا ہے تو عورت اس سے بڑھ کر چھلانگ مارنے کا حق لے کر رہے گی ۔ مرد اگر کشتی لڑتا ہے تو عورت بھی کشتی میں نام پیدا کرے گی اور دوسری طرف اسلام کا معیار ہے کہ عورت مرد کی حریف

نہیں اس کے لیے سرمایۂ راحت ہے اور مایۂ تسکین ہے اس کی متمم ہے یعنی اس کی پوری کرنے والی اس کی تکمیل ہے یعنی اس کی زندگی کی تکمیل کرنے والی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ — يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔

بچہ پل کر اور بڑھ کر جوان ہوا اور جسے کل انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا جا رہا تھا، آج وہ اس قابل ہو گیا کہ چلنے دوڑے اور خود ہی نہیں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ چلائے۔ پڑھ لکھ کر ہوشیار ہوا اور اس لائق کہ نہ صرف اپنی ذمہ داری اپنے سر لے بلکہ قبول دے دوسروں کی کفالت کا، حفاظت کا، ذمہ داری کا، خبرگیری کا، سرپرستی کا — رخصت بچپن کی بے فکریاں اور ختم معصومیت کی فارغ البالیاں!

اور جو کل تک گھر کی چہکتی مَینا تھی وہ مطالبہ کرنے لگی باپ سے اپنے حق کا، مطالبہ اپنی زبان سے نہیں جس پر قفل شرم و حیا کے چڑھے ہوئے پردے ادب و لحاظ کے پڑے ہوئے۔ مطالبہ اس کی زبان سے جو بڑوں اور چھوٹوں سب کی رہنمائی کے لیے آیا۔ جس نے ایک ایک کو اس کا فرض یاد دلایا، ایک ایک کو اس کا حق جتلایا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ۔ نکاح تو میرا طریقہ ہے، میرا لایا ہوا دین ہے اور میرا پھیلایا ہوا آئین۔ نہ ہو کہ اس کو کوئی فضول و لایعنی رسم سمجھ بیٹھو یا خواہ مخواہ کی قید۔ دنیا شروع سے بارہا غلط تجربہ کرتی آئی ہے اور آخر تک کرتی رہے گی۔ کوئی شرک و رواج پرستی کے جنگل میں پھنسا ہوا، تجرد و رہبانیت کی طرف لے جائے گا اور کوئی الحاد و مادہ پرستی کی دلدل میں دھنسا ہوا FREE LOVE اور حیوانیت کے رخ پر چلائے گا۔ دنیا کے ہاتھ میں صحیح قانون دینے میں آیا ہوں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ سارے راستے میں جہل و نادانی کے بدنظمی و فتنہ سامانی کے اور صحیح راستہ وہی ہے جماعت کے لیے اور فرد کے لیے، عورت کے لیے اور مرد کے لیے، صحت کے لیے اور رہانیت کے لیے، عصمت کے لیے اور عاقبت کے لیے، جو میرا سکھایا ہوا میرا بتایا ہوا اور میرا چلایا ہوا ہے۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ۔ اب اس پر بھی جو بدنصیب میرا طریق چھوڑ، ادھر ادھر بھٹکتا ہے اور حکیم حاذق کے مطب سے منھ موڑ

چوراہے کے کسی عطائی اشتہاری دوافروش کا دامن پکڑتا ہے۔ وہ جان لے اور سن رکھے کہ

فَلَيْسَ مِنِّي ۔۔۔ وہ میرا ہرگز نہیں ہیں اس کی شامتِ اعمال سے بُری، اب وہ جانے اور اس کی کج روی!

باپ کی امانت کا زمانہ ختم ہوا جس موم کی پتلی کو بچپن سے آج تک آنکھ کی پتلی بنا کر رکھا، پالا، پڑھایا لکھایا سکھایا لکھایا، برسوں جس سے دل نے سرور حاصل کیا اور آنکھوں نے نور، جب وہ کسی قابل ہوئی، جب وہ خود اس لائق ہوئی کہ خدمت کر سکے اپنے ہنر اور سلیقہ کی شمع سے اندھیرے کو اجالا بنا دے تو حکم ملتا ہے کہ وداع کر دو اسے! منتقل کر دو امانت کو دوسرے کے ہاتھ میں! آج سے اس کی نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان نئی زندگی اور نیا سامان!

کہتے ہیں آج سے پانچ ہزار سال قبل، ایک باپ بہت بوڑھے باپ کو حکم ملا تھا کہ ذبح کر ڈالو اپنے جگر پارہ کو اپنے ہاتھ سے! لڑکی کو نہیں لڑکے کو دودھ پیتے بچے کو نہیں اچھے پلے پلائے، دوڑنے پھرنے والے، باپ کا ہاتھ بٹانے والے لڑکے کو! اللہ اللہ! جہاں یہ معاملا اپنے دوستوں اور شیدائیوں کے ساتھ ہو، وہاں نام کے کلمہ گو کس شمار و قطار میں؟

دیارِ الفت کے اس میدان میں جسم تو حسینؓ ابن علیؓ اور ان کے رفقاؑ

کے، خاک و خون میں تڑپتے ہیں اور شہادت گاہ امتحان میں سر عثمانؓ و علیؓ کے نذر ہوتے رہتے ہیں ؎

بزم ترا، شمع و گل خستگی بوتراب
ساز ترا زیر و بم حادثۂ کربلا

حکم وہی ملت ابراہیمی کے ہر پیرو کو ملتا ہے کہ جس کسی کے بھی لڑکی ہو آزمائش کی اسی راہ سے گزرے اور کسی کے دس بیٹیاں ہوں تو دس بار اس امتحان میں پورا اترے! فخر آبائے نامدار اور ہم سب کے آقا و سردار تین صاحبزادیاں رکھتے تھے تینوں کو اسی طرح بیاہا، رخصت کیا اپنے ہاتھوں دوسروں کو سونپا۔ رقیہؓ بیاہ کر گئیں (رضی اللہ عنہا)۔ ام کلثوم گھر سے وداع ہوئیں (رضی اللہ عنہا) اللہ کے پیارے کی پیاری فاطمہ زہرا کاشانۂ نبوت چھوڑ دوسرے کے گھر جا بسیں (رضی اللہ عنہا)۔

اللہ اکبر! بندہ نواز کے ہاں بے حساب طریقے ہیں بندوں کے نوازنے کے، اور بیشمار راستے ہیں بندیوں کے سرفراز نے کے! ابراہیمؑ خاک کے پتلے گوشت پوست کے بنے ہوئے بندے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) انھیں اپنا دوست کہہ کر پکارا اور خلیل کے لقب سے بڑھایا، چڑھایا اللہ اللہ! کیا کیا بندہ نوازیاں ہیں؟ اور کیسی کیسی سرفرازیاں؟ جسے بڑھانا چاہیں یوں خاک سے پاک بنا دیتے ہیں اور جسے اٹھانا چاہیں یوں فرش سے عرش پر پہنچا دیتے ہیں! اور پھر صلہ و انعام کو جب عام کرنے اور بخشش کو وقف دو جہاں کر دینے پر آئے تو جو امتحان اپنے خلیل کا ان کے ظرف و ہمت

کی مناسبت سے لیا، اس کا ایک ہلکا سا خواب، ملتِ ابراہیمی میں ہر بیٹے کے باپ کو دکھا اس میں مناسبت مرتبۂ خلیلؑ سے پیدا کر دیتے ہیں! مقصود تو خود ہی لطف و نوازش کرنی ہے اور شانِ کریمی کی جھلک دکھانی اور اس کے لیے بہانے کیسے کیسے مہیا کر دیے ہیں! ایک وقت میں لطیف بھی اور دلدوز بھی، ایک ہی ساتھ پردہ دری بھی اور دل نوازی بھی!

مبارکباد کا وقت وہ نہیں ہوتا جب امتحان کے کمرہ میں لڑکوں کے ہاتھ میں پرچہ آتا ہے۔ مبارکباد اس وقت دی جاتی ہے، جب کامیابی کا گزٹ چھپ چکتا ہے۔ مسافر کا سفر کامیاب اس وقت کہا جائے گا جب وہ سارے مرحلوں کو طے کرتا ہوا منزلِ مقصود تک بخیریت و بعافیت پہنچ جائے، محفل کا نوشہ اور پس پردہ لڑکی، دونوں سن لیں، کہ آج کی گھڑی عملی زندگی کے بڑے اور کڑے امتحان میں داخلہ کی ہے۔ ایک عظیم الشان و پرپیچ سفرِ حیات کے آغاز کی ہے، وقت نہیں ہے غفلت کے شادیانوں کا موسم نہیں ہے مدہوشی کے ترانوں کا۔ یہ گھڑی ہے احساس ذمہ داری کی پوری بیداری کی اور یہی راز ہے اس کا کہ نکاح کا زمانہ بلوغ کے بعد ٹھہرایا گیا ہے اور رضامندی معتبر بالغ ہی کی مانی گئی ہے کہ خود بلوغ کے معنی ہی یہ ہیں، کہ روح بھی اور جسم بھی اور قلب بھی ایک عظیم الشان ذمہ داری کا بار اٹھانے کو تیار ہو گئے!

اچھی بیوی اور اچھی عورت وہ نہیں، جو بے جھجک مردوں سے ملے

اور بے جھجک ہال میں رقص کرے۔ بیشک شرک کے مذہبوں اور جاہلیت
کی تہذیبوں نے معیار اسی کو ٹھہرایا ہے۔ اور آج سحرِ فرنگ سے مرعوب
" تجدد" بھی اسی پر ریجھا ہوا ہے۔ لیکن دنیا کے سب سے بڑے معلم کے لائے
ہوئے دینِ فطرت اور پھیلائے ہوئے آئینِ حکمت میں گنجائش ان آزادیوں،
بیباکیوں، آوارگیوں کی کہاں؟ یہاں تو نکاح بجائے خود ایک " قید "
ہے اور اپنے ساتھ بہت سی قیدوں کا بڑھانے والا۔ بہت سی پابندیوں کا
لانے والا، پس سن رسیدہ مسلمان لڑکی، کہ زمانہ بے فکریوں کا ختم ہوا اور دور
شروع ہوا، نئی فکروں اور پابندیوں کا نئی قیدوں اور ذمہ داریوں کا!
اب تک سہیلیوں کے ساتھ کھیل کھیلی، بہنوں کے ساتھ ہنسی۔ بولی،
ہمجولیوں کے ساتھ جھولا جھولی، اب کل سے زندگی وقف ہوگی دوسروں
کی خدمت کے لیے، نہ کھانا اپنے لیے ہوگا نہ پہننا اپنے لیے۔ نہ اپنے
وقت سونا نہ اپنے وقت جاگنا۔ خود بعد کو کھائے گی پہلے دوسروں کو
کھلائے گی۔ بیشک پہنے گی اور اوڑھے گی مگر اس لیے کہ شوہر کو بھلی
لگے اپنے کو سنوارے گی نکھارے گی مگر اس لیے کہ شوہر کی نظر میں جچے۔
راتوں پر راتیں جاگے گی، ٹہل ٹہل کر کاٹے گی، اس لیے کہ نئی نسل کو
بڑھائے پھیلائے۔ صحت و زندگی کی شاہراہ پر چلائے۔ دوسروں کی
سیرت کی تشکیل کرے، ان کی نشو و نما کی تکمیل کرے! منزل بیشک
کڑی ہے اور ذمہ داریاں سخت، لیکن جو اس کو نباہ لے گئی اور شوہر
کا دل ہاتھ میں لیے دنیا سے اٹھی، بشارت ہے اس کے لیے دنیا کے سب

سے بڑے راست باز کے کلام میں، کہ اس کے اور جنت کے درمیان کوئی روک نہیں ! — یہ آخری چیز نظر کے سامنے ہو اور یہ دستور العمل ہاتھ میں توصحرائے ہستی کا ہر کانٹا ان شاء اللہ پھول بن کر کھلے گا۔ اور راہ کا ہر پتھر پانی ہو کر بہے گا! —

جی میں تھا کہ آج امانت کا چارج نئے امین کو دیتے وقت، ذمہ داریوں کا نقش اس کے دل کی گہرائیوں میں بٹھائے اور فرائض کی فہرست ایک ایک کر کے اُسے سنائیے، پر آہ، کہ اس کی ہمت کہاں سے لائے ۔!

سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

آخر ایک دن وہ بھی تو تھا، کہ جو آج کی محفل میں باپ کی حیثیت سے ہے، خود بزم میں نوشہ کی حیثیت سے تھا اور کسی اور کی امانت کو اس کی اہمیت محسوس کیے بغیر، ذمہ داری کا بوجھ محسوس کیے بغیر، اسی ہلکے پھلکے دل کے ساتھ قبول کر رہا تھا کہ گویا ایجاب و قبول ایک کھیل تماشا ہے! اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا، ظلوم اور جہول بیشک اپنے اصلی معنی میں!

کنعان کے پیر دانا کا قصہ ہے کہ اپنے نورِ نظر یوسفؑ کو بچانے کی کیسی کیسی کوششیں کر ڈالیں، لیکن اور تو اور خود اپنے بیٹوں سے پیش نہ گئی! پھر ایک چرکا لگ ہی چکا تھا اور بیٹے کے غم میں بصارت تک کھو بیٹھے تھے۔ دوسرے لخت جگر بن یامین کی حفاظت کے لیے احتیاط کی بصیرت نے یہاں تک سمجھا دیا کہ مصر کے شہر میں سب بیٹے داخل ہوں تو

ایک ساتھ ایک دروازے سے نہ داخل ہوں! پھر یہ ساری عقل آرائیاں مصلحت بینیاں کچھ بھی چلیں ۔؟ کہاں بندۂ بےبس کی تجویز و تدبیر اور کہاں حکیم مطلق کی مشیت تکوین و تقدیر! لیکن دیکھیے گا، عارفوں کے سردار کی، زبان سے اس لحہ بھی سچائی کس قیامت کی ادا ہوتی ہے وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ۔ روتے جاتے، لرزتے جاتے ہیں اور زبان سے کہتے جاتے ہیں کہ میری تجویزوں اور تدبیروں سے کیا ہوتا ہے، مجھ ناچیز کی کوئی احتیاط مشیت تکوینی کا مقابلہ کر سکتی ہے ۔ ہوگا تو وہی جو میرا نہیں میرے پروردگار کا چاہا ہوگا، وہی حاکم ہیں وہی مالک ہیں وہی متصرف ہیں تکیہ اور بھروسہ صرف انھیں کی ذات پر ہے ۔!

گنہگار باپ کی معصوم لڑکی! سپرد کیا اسی حافظ برحق و ناصر مطلق کے جس نے حفاظت کی یوسف کی، کنوئیں کے اندھیروں میں اور بن یامین کی پردیس کے خطروں میں، جب ایک بزرگ پیغمبر تک بےبس ثابت ہو چکے تھے۔ وہی تیرا محافظ ہے زندگی کی ہر مشکل میں، سفر حیات کی ہر منزل میں ۔ آج بھی صبح زندگی کی کرن پھوٹتے وقت! اور کل بھی شام زندگی کی شفق پھولتے وقت ۔!اس وقت بھی جبکہ تیرے سر پر ہاتھ رکھنے والے بڑے اور ان بڑوں کے بڑے زندہ و سلامت ہیں۔ اور اس وقت بھی جبکہ خود تیرا شمار ہو گھر کی بوڑھیوں میں گھرانے کی نانیوں اور دادیوں میں اور لڑکین کی تازگی کی جگہ لے چکیں، لوٹں کی

سفید یاں اور چہرے کی جھرّیاں اور آج کے دعاگو خطبہ نویس کی ہڈیاں تک خاک میں مل کر خاک ہو چکی ہوں۔

مرد و عورت کی تفریق انسان ہی میں نہیں، نر و مادہ کا اختلاف تو حیوانات میں بھی ہے، بلکہ نباتات تک میں دریافت ہو چکا ہے۔ اب دونوں صنفیں ہر جہت سے یکساں ہیں تو اس تقسیم و تفریق کی ضرورت ہی سرے سے کیا تھی؟ اب اگر بالکل ہی مختلف ہیں تو ایک ہی مخلوق کی دو قسمیں کیوں قرار پائیں؟ غیر فطری مذہبوں اور جاہلی تہذیبوں کو ٹھوکر یہیں آکر لگی ہے۔ عقل کم اندیش کہاں تک پہنچتی اور نفس کے کن کن دھوکوں سے بچتی؟ دین فطرت نے رہنمائی آکر کی کہ بہ حیثیت انسان دونوں بالکل ایک۔ حقوق بشری کے لحاظ سے دونوں میں سرمو فرق نہیں۔ بھوک، پیاس، گرمی، سردی، سختی، نرمی، رنج، خوشی کا احساس اس کو بھی، اس کو بھی؛ چوٹ لگے گی تو جسم اس کا بھی دکھے گا اس کا بھی؛ دل کو دھکا پہنچے گا، تو غیرت و خودداری اس کی بھی تڑپ اٹھے گی اس کی بھی؛ ان تمام حیثیتوں سے یکساں ہیں آدم کے بیٹے اور حوّا کی بیٹیاں اور بھائی اور بہن سب یکساں اور اسی طرف اشارہ ہے ادائے حقوق کے باب میں۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ کے کلام کی بلاغت و معنویت پر غور ہو ـــ ارشاد یہ نہیں ہوتا کہ دونوں کی صحتیں ایک ہیں ـــ دونوں کی

قوتیں ایک ہیں، دونوں کی ساخت جسمانی و ترکیب نفسی ایک ہے، بلکہ صرف یہ کہ دونوں کے حقوق ایک دوسرے پر یکساں ہیں!

لیکن جہاں سے صنفیت کے حدود شروع ہوئے دو صنفوں کا مستقل وجود خود دلیل ہے اس امر کی کہ دونوں کی قوتیں الگ صلاحیتیں مختلف اور دائرہ عمل علیحدہ۔ نظام صنفی، نظام حیاتی کا ایک جزو غیر منفک ہے اور جب ایک کا دوسرے سے مستقل طور پر الگ ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ اختلاف اثر انداز ہو رہا ہے۔ نظام شعوری، نظام فکری، نظام حسی، نظام عضوی، نظام معاشری سب پر اور کارخانۂ عالم میں دونوں کے حدود جداگانہ ہیں ــــ یقیناً ایک دوسرے کے متمم و مکمل، معین و معاون۔ لیکن بہرحال ایک دوسرے سے مختلف و متباین ــــ ٹیم میں جیت کی کوشش میں شریک سب ہوتے ہیں لیکن فیلڈ میں پوزیشن ہر کھلاڑی کی جداگانہ مقام ہر کھیلنے والے کا متعین اور دوسروں سے الگ۔ اب اگر فٹ بال میں گول کیپر کہے کہ میں کیوں سب سے پیچھے اپنی جگہ پر جما کھڑا رہوں درآنحالیکہ میرے ساتھی دوڑتے جھپٹتے جاتے ہیں اور فارورڈ والے یہ کہنے لگیں کہ دوڑ کی ساری محنت ہمیں گوارا کریں، درآنحالیکہ بیک والے پیچھے آرام سے کھڑے ہیں تو فرمائیے، اس ٹیم کا کیا حشر ہو کر رہے گا؟ ــــ اللہ بہتر جانتا ہے کہ آج عورت کے جو نادان دوست اس کے حجاب کو اس کی پستی اور غلامی پر بطور دلیل لائے ہیں اور اس کی خانہ داری کی زندگی کا مرقع ایسی

بھیانک شکل میں پیش کر رہے ہیں، کہ گویا اس کے حق میں وہ ایک عذاب ہے۔ ٹھیک اسی قسم کے انتشارِ ذہنی میں مبتلا، دوسروں میں بھی یہی "انارکی" پھیلا رہے ہیں اور ٹیم کا دشمن خود ٹیم والوں کو بنا رہے ہیں! ٹیم کے اندر اعلیٰ و ادنیٰ کیسا اور معزز و حقیر کے کیا معنی؟ لیکن انتظامی ضروریات کے لیے مرکزیت پیدا کرنے کے لیے DEAD LOCK دور کرنے کے لیے ٹیم کا ایک کپتان ضروری ہوگا۔ پھر کیا ٹیم کے دوسرے کھلاڑی کپتان کے "غلام" ہوتے ہیں؟ ہماری شریعت نے تو اس مرکزیت کی یہاں تک تاکید رکھی ہے کہ اگر دو مسلمان سفر میں ہوں تو ایک کو امیر سفر بنالیا جائے ہر شخص کی خانگی زندگی اپنی جگہ ایک ننھی منی سلطنت ہوتی ہے۔ بجٹ کیوں کر تیار ہو آمد و خرچ میں توازن کیسے قائم رہے خوراک میں کیا بندوبست ہو مسکن و لباس کے مسئلہ کس طرح حل ہوں بیماروں کے علاج کی کیا صورت ہو لڑکوں کی تعلیم و تربیت کس راہ پر لگے وغیرہا۔ یہ سارے امور جس طرح بڑے بڑے مدبرین سلطنت کے سوچنے سمجھنے اور طے کرنے کے ہوتے ہیں اسی طرح وہ بہت ہی چھوٹے پیمانے پر سہی، ہر میاں بیوی کے لیے قابلِ غور رہتے ہیں ان کے ایک جز کا مالک و مختار مرد ہوتا ہے اور دوسرے کی کنجی بیوی کے ہاتھ میں ہوتی ہے کما کر مرد لائے گا — کمائی کو سلیقہ کے ساتھ ٹھکانے عورت لگائے گی —— زمین میں غلہ مرد بوئے گا گوڑے گا، جوتے گا، ہل چلائے گا —— عورت اس غلہ کو پھٹکے گی پیسے گی گوندھے گی، روٹی پکائے گی —— مریض بچوں کو لے کر ڈاکٹر کے یہاں باپ

جائے گا — دوا مانگ پلائے گی۔ ہاتھ پیر وہ سہلائے گی۔ غرض جہاں تک اندرونی زندگی کا تعلق ہے، عورت اپنی چھوٹی سی سلطنت کی رانی یا ملکہ ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کو یہی مرتبہ بخشا ہے اور اس کو زبان حکمت ترجمان سے یوں ادا کرایا ہے کہ

اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ — اس دار ناپائیدار میں بہترین
وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ — جنس اچھی اور پاک بیوی ہے۔
الصَّالِحَۃُ۔

(مشکوٰۃ، کتاب النکاح بفصل اول)

اور پھر مرد، ٹیم کا کپتان سہی (وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ) اور گھر کی سلطنت کا افسر سہی (اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ) لیکن آدم زاد کی قوت جسمانی اور دوراندیشی کے مقابلہ میں جو آزادی کے پاس کم از کم ایک روشن پہلو مسلسل صبر و تحمل اور ایثار و جاں نثاری کا ہے جس نے اس کا درجہ باپ سے کچھ اونچا ہی کر رکھا ہے، ہم میں کون ایسا ہے، جسے سخت سے سخت مشقتوں کے باوجود مسلسل نو نو مہینے تک اپنے بطن کے اندر رکھے ہوئے اس کی ماں نہیں چلتی پھرتی رہی ہے؟ ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو برس تک رضاعت نہیں کی ہے؟ ہر وقت کی دیکھ بھال، حفاظت، نگہداشت اپنے ذمہ نہیں رکھی ہے؟ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اور پھر ان سب سے بھی دشوار تر اور اہم ترین کام، نومولود کی سیرت سازی اور اس کی

تربیت کی تشکیل اور تکمیل کس کے حصہ میں رہی ہے؟

غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا!

دنیا کی عمر جب سے قائم ہے اس مشکل ترین اور نازک ترین ذمہ داری کو آج تک عورت ہی نے جھیلا، نباہا، سنبھالا ہے۔ اور یہی راز ہے اس کا کہ جنت باپ کے نہیں ماں کے قدموں کے نیچے ارشاد ہوئی ہے!

دو مسافر ہیں، جو ایک لمبا سفر ایک اجنبی ملک کا شروع کرنے والے ہیں ایک ان میں سے "ٹائم ٹیبل گائڈ بک" خریدتا ہے۔ پرانے مسافروں سے مل کر، مسافت کا جغرافیہ کا موسم کا آب و ہوا کا، طرز معاشرت کا، ایک ایک چیز کا حال پوچھتا ہے کرایہ کیا پڑے گا، راستہ کون سا اختیار کرنا ہوگا۔ زبان کی اجنبیت کیسے حل ہوگی، وغیرہ وغیرہ ہر چیز جان لیتا ہے۔ دوسرے صاحب ہیں جو آغاز سفر کے وقت صاحب تجربہ سے مشورہ کرنا اپنے عزم آزادی سفر کی توہین سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب میں چاہوں گا، جس سمت چاہوں گا سامان کے ساتھ جس حال میں ہوں گا چل کھڑا ہوں گا ـــــ عورت کے نادان دوست جو آج نوجوان، کمسن ناتجربہ کار لڑکوں لڑکیوں کے درمیان پروپیگنڈہ کرنے اٹھے ہیں کہ جو جس سے چاہے، بلا والدین کی وساطت و مشورہ کے شادی رچائے، ٹھیک اس قسم کی آزادی کے مبلغ ہیں نہ خود پسندی

شادیوں کے جو نتیجے فرنگیوں کے ملک میں نکل رہے ہیں اور طلاق و تفریق کے جو جو فضیحتے وہاں کی عدالتوں اور اخبارات کے صفحات کی رونق بنے رہتے ہیں۔ ان کے مختصر اعادہ کے لیے بھی اس محفل میں گنجائش کہاں سے نکالی جائے ؟

یہ حقیقت صرف شریعت اسلام نے پیش نظر رکھی ہے کہ نکاح نام ہے حتی الامکان عمر بھر کے لیے ایک معاہدہ کا ، ہر وقت کے ہر قسم کے سابقہ کا ، بچہ جس طرح ہمیشہ بچہ نہیں رہتا ۔ نوجوان اسی طرح نوجوان ہی نہیں بنا رہتا ۔ شادی کی رات بہرحال چند گھنٹے کی عمر لیکر آتی ہے اور شادی کا دن بہرحال دن ہی بھر کا ہوتا ہے ۔ ہر سن اور ہر دن نئے نئے مسائل سامنے لائے گا ۔ اور خود نوجوانی میں بھی ایک ہی قسم کے نہیں بیسیوں مختلف و متضاد جذبات سے دوچار ہونا پڑے گا ۔ لازمی ہے کہ اپنی پسند و انتخاب کے ساتھ اپنے مخلص ترین و تجربہ کار بزرگوں کے مشوروں کو شریک رکھا جائے اور یہی راز ہے ہماری شریعت میں نکاح کے لیے ولی کی اہمیت کا ! آج جس شخص جوانی سے اتراہوا ، بوڑھاپے کی طرف جھکا ہوا دیکھا جارہا ہے ، آج نہ سہی کل وہ بھی نوجوان ہی تھے اور نوعمری کے جذبات سے پوری طرح لذت آشنا و سرشار !

گزر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی !

واقف اس کوچہ کے قدم قدم سے آگاہ اس وادی کے ایک ایک پیچ و خم سے ۔

معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہگزر سے

دنیا کے سب سے بڑے حکیم اور سب سے بڑے خطیب کا خطبۂ نکاح آپ نے ابتدا میں عربی کی دو مختلف عبارتوں میں سن لیا، اس میں آپ نے کیا پایا؟ سب سے پہلے حمد اس کی جو اکیلا حمد والا ہے، ہر نعمت کا مبدا، ہر مسرت کا منتہیٰ۔ پھر التجا اسی سے دنیا میں اعانت کی، آخرت میں مغفرت کی اور اس کی استدعا کہ بچائے رکھے ہم کو خود ہمارے نفس کے حملوں سے گویا ایک صاف اشارہ ہے کہ اب جو نئی زندگی شروع ہو رہی ہے وہ شروع ہو نیت کی صفائی اور قلب کی پاکیزگی سے، اس کے بعد اس حقیقت کا اعتراف کہ تکوینی طور پر اسباب ہدایت و گمراہی سب اسی کے دست قدرت میں ہے اور اس کی یاد دہانی کہ ایمان کی کشتی ہر وقت امید و بیم کے دوآبہ میں ہے معاً بعد کلمۂ شہادت۔ شہادت اس کی کہ احکام تو صرف وہ ہیں جو اللہ کے نازل کیے ہوئے ہوں نہ کہ ذہنِ انسانی کے تراشے ہوئے نظریے اور پھر شہادت اس کی کہ احکام معتبر وہی ہیں جو رسول کی وساطت سے پہنچے ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں گویا دنیا کے سامنے دلیرانہ اعلان ہیں اس کا کہ حکمتیں اور صداقتیں جو کچھ بھی ہیں، سب سمٹ سمٹا کر قانون اسلام کے اندر آگئی ہیں!

تجدید ایمان کے اس درس کے بعد، اللہ کا بندہ اور سفیر اپنا کلام چھوڑ اپنے خالق کا کلام سنانے لگتا ہے اور متفرق مقامات سے چار آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان چار مختصر آیتوں میں سے اتقوا اللہ کی تکرار پانچ بار ملتی ہے! گویا نئی زندگی میں داخلہ کے وقت، سب سے مقدم اور سب سے اہم تقویٰ الٰہی خوفِ خدا کی تاکید ہے۔ رسول اللہ صلعم دنیا میں پیمبر معلم ہو کر آئے تھے۔ مصلح ہو کر آئے تھے۔ نعوذ باللہ کوئی خبطی فلسفی کوئی واہی رومان نویس نہ تھے، تعلیم حقائق کی اور صرف حقائق کی دے گئے اور جانتے تھے کہ جس رشتہ میں دو ذی روح ہستیوں کا ساتھ اور سابقہ سال کے ۳۶۵ (تین سو پینسٹھ دنوں) اور دن کے چوبیس گھنٹوں کا ہے لازمی ہے کہ ناگواریاں بھی پیش آئیں، اور کبھی کبھی ناچاقیاں بھی، کبھی بے اتفاقی کی سرد مہریاں اپنا رنگ دکھائیں گی اور کبھی غصہ و اشتعال کی گرما گرمیاں کبھی دکھ کبھی سکھ کبھی مایوسیاں، کبھی معذوریاں، کبھی بیماریوں کی دکھن کبھی ناکامیوں کی چبھن۔ علاج ان سارے بڑے اور چھوٹے امراض کا ناخوشگواریوں کے سلسلۂ دراز کا، ازدواجی زندگی کے ہر نشیب و فراز کا ایک اور صرف ایک ہے اور اس کا نام ہے خوفِ خدا، یا تقویٰ الٰہی! یہی ایک ایسی چیز ہے جو ہر معصیت سے بچائے گی، ہر لغزش کے وقت آڑے آئے گی یہی معنی و مفہوم ہیں ایجاب و قبول کے، اور یہی راز ہے خطبۂ نبوی میں آیاتِ تقویٰ کی تکرار کا!

خاتمہ خطبۂ نبوی کا اس قانون ربانی کی منادی پر ہوتا ہے
وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا کہ صلاح وفلاح
کی راہ دکھانے والی روشنی تو صرف اللہ و رسول کے قانونِ شریعت میں
ہے اور کامیابی تو اسی کا حصہ ہے جو اطاعت اختیار کرے اس کامل
ہدایت نامہ کی، اس مکمل دستور العمل کی غلامی چھوڑ کر اپنی ہی جیسی محدود
عقل و بینش رکھنے والوں کے نظریوں اور فلسفوں کی — اور کامیابی
بھی کیسی، مادی بھی اور روحانی بھی دینی بھی اور دنیاوی بھی، اشخاص
اور افراد کے لیے بھی اور اقوام و جماعت کے لیے بھی — اور اس ایک
شاہراہ کے سوا ہر روش باطل اور راہرو کے حق میں سمِ قاتل خواہ وہ راہ
دکھانے والا مزدک ہو، ایمان کا یا برٹرینڈ رسل ہو انگلستان کا یا جج
لینڈسے ہو امریکۂ ذی شان کا۔

نکاح اسلام کی نظر میں ایک معاہدہ ہے ایک طرف سے عفت
کا خدمت کا دوسری طرف حفاظت کا کفالت کا اور دونوں طرف سے
محبت کا، امانت کا، رفاقت کا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً
ایک نسبتۂ ضعیف و نازک مخلوق زبان بار رہی ہے کہ اپنے کو سپرد
کر رہی ہوں دوسرے کے۔ دوسری نسبتۂ قوی اور صاحب اقتدار ہستی
قول دے رہی ہے کہ میں قبول کر رہا ہوں دوسرے کی ذمہ داری کو — اور
دونوں اس قول و قرار پر گواہ ٹھہرا رہے ہیں۔ قطع نظر ان دو عاقل بالغ

گواہوں کے جن کا تعلق صرف دنیا کے ضابطہ سے ہے، خود عالم الغیب والشہادۃ اور اس کی غیبی و شہودی قوتوں کو، نہ ہو کہ عمر کے کسی مرحلے میں حیات منزل کے کسی شعبے میں غفلت کے کسی لمحہ میں نگاہِ استقامت بھٹکے، قدم ثبات پھسلے۔ مرد چونکہ ٹیم کا کپتان ہے قوام ہے بااختیار زیادہ ہے۔ اس لیے قدرۃً خطاب، خطبہ بھر میں براہ راست مرد ہی سے ہے۔ اور حجۃ الوداع کے مشہور و معروف خطبہ میں زبانِ نبوت نے مردوں سے خطاب کی صراحت کر دی ہے۔

اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَآءِ ڈرتے رہو اللہ سے عورتوں کے حقوق کے باب میں۔

پرہیزگی تاکید اس کو کی جاتی ہے جس سے بدپرہیزی کا خطرہ ہی زیادہ ہوتا ہے اور اختیارات محدود اسی کے کیے جاتے ہیں جسے حکمرانی کا اختیار ہوتا ہے۔

حدیث کی ہر کتاب میں "کتاب النکاح" کے ماتحت ایک باب "عشرۃ النساء" کا یا مثل اس کے ملے گا ۔ اور وہ بھرا پڑا ہو گا۔ بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت رفق و ملاطفت کی تفصیل و تاکید سے۔ یہ سب تفسیر ہے حکم قرآنی وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کی ۔ قول رسول پاکؐ کے کان لگا کر سنیے تو صاف یہ آوازیں سننے میں آئیں گی کہ کھلاؤ پہناؤ بیوی کو اپنی طرح رکھو معاشرت میں، معیشت میں اپنی سطح پہ، بات نکتہ چینی و دل شکنی کی زبان پر نہ لاؤ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حق پہچانو بیوی کا سامنے برتاؤ میں

یعنی جو معاملات بھی برتنے میں آئیں ان کا طریقہ بہتر سے بہتر ہے اور شستہ سے شستہ، نہ ہو کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ کسی بھک منگی کی جھولی میں خیرات کی روٹی کا ٹکڑا ڈالا جا رہا ہے۔ ان کی اصلاح کی کوشش یقیناً کرو لیکن اس میں بھی لحاظ ان کی نزاکت کا رکھو۔ کمان کو اتنا نہ جھکاؤ کہ ٹوٹ کر رہ جائے اور تو اور مومن کے ایمان تک کا معیار یہ ارشاد ہوا ہے کہ ایمان کامل ترین اس کا ہے جو نرم ترین ہے اپنے اہل کے حق، اپنی عورتوں کے باب میں، عمل رسول پاک کا دیکھنا چاہیے تو اس شفاف مرقع میں یہ صاف دیکھ لیجیے، کہ آپ اپنے اہل سے ہنس بول رہے ہیں پوری بے تکلفی اور خوش خلقی کے ساتھ کوئی بیوی صاحبہ کبھی کوئی کڑی بولی بول اٹھتی ہیں تو آپ صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔ جو بیوی صاحبہ کمسن ہیں ان کی رعایت سے آپ ان کے کھیل تماشہ، تفریح میں شرکت فرما رہے ہیں یہاں تک کہ شب کو جب آپ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کے لیے بستر مبارک سے اٹھ قبرستان کو جانا چاہتے ہیں تو اٹھتے آہستہ سے ہیں اور یہ سارا اہتمام آہستگی کا، اس لیے کہ پاس سونے والی بیوی صاحب کے آرام میں بلا ضرورت خلل نہ پڑے!

بچپن میں تو جب کسی کی شادی کا نام سننے میں آتا تو ذہن اپنے سامنے کھیل تماشہ کی تصویر لا کھڑی کرتا۔ بچپن کا یہ خواب نوجوانی تک قائم رہا۔ گو شکل بدل گئی۔ نکاح کی حقیقت اب بھی مخفی رہی — اور چھوٹے شاعر اور لپاڑیے رومان نویس، اصل حقائق کو مخفی سے مخفی تر بناتے گئے۔ جب

خیال اپنی شادی کا آیا تو اس کے معنی محدود رہے۔ چند تفریحوں اور چند دلچسپیوں تک۔ گویا ازدواجی زندگی سمٹ آئی تھی اپنی عظیم الشان وسعتوں اور بے نہایت پیمائشوں کے ساتھ دھوم دھام کی چند گھڑیوں میں، راگ رنگ کے چند گھنٹوں میں، غفلت کے چند قہقہوں میں، عشرت کے چند زمزموں میں ــــ گویا سفر کا آغاز مترادف تھا نفس سفر اور اختتام سفر کے! اور بچہ کی پیدائش مترادف تھی بچپن کے لڑکپن کے نوجوانی کے، جوانی کے، بڑھاپے کے ہزار ہا تغیرات اور بیشمار انقلابات کے! آہ بچپن کی نادانیاں اور نوعمری کی خام خیالیاں! بات اتنی صاف، صریح، واضح، لیکن اس وقت سمجھ میں نہ آئی تھی کہ "آج" پر خدا معلوم کتنے "کل" آنے والے ہیں۔ نرم بھی اور گرم بھی اور اس ایک شام کی خدا جانے کتنی صبحیں طلوع ہونے والی ہیں۔ دلکش و رنگین بھی اور اداس و غمگین بھی آنکھوں سے پردے رفتہ رفتہ ہٹے اور سوالات پیچیدہ سے پیچیدہ اور سنجیدہ سے سنجیدہ، ہر قسم کے چھڑ گئے یہاں تک کہ نوجوانی کی برق پاشیاں رخصت ہوئیں، پختہ عمری کی ٹھنڈی چاندنی چھٹکی اور ترجمانِ حقیقت ــــ اقبال کا شعر قال نہیں حال بن کر رہا ؎

بس نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ عاشقی تو حدیثِ ماتمِ دلبری

قربان جائیے اس معلم و ہادی کے جس نے ایک مختصر سے خطبہ میں منازل راہ کی طرف اشارہ کر دیا اور ہر مشکل کا حل، نسخہ تقویٰ الٰہی میں

دے دیا۔ مرد وہ ہے جو یاد رکھے ان سب موقعوں پر اپنی ذمہ داریوں کو ذمہ داری کی گراں باریوں کو ؛ جذبات کی تیز و تند آندھی یقیناً گزر جانے والی ہے اور اسے گزر ہی جانا چاہیے بغیر اس کے گھروں میں آگ لگائے ، بغیر اس کے ہرے بھرے گلشن کو جھلسا دے ۔ لیکن طویل رفاقت سے جو مناسبت فریقین میں پیدا ہو جاتی ہے اور یہ مناسبت تام آہستہ آہستہ تبدیل ہو جاتی ہے موانست عام میں ، اور اسی اُنس و موانست اور محبت لطیف کی نسیم جاں فزا کی ہلکی ہلکی جنبش ، زندگی کی آخری سانس تک کو لذیذ بنائے رکھتی ہے ۔

طریق عشق و محبت ، نہ ہوا و ہوس
وہ راہبر کی ہدایت ، یہ رہگزر کا فریب

باپ کا سن جب اتنا آجاتا ہے کہ اولاد جوان ہو کر شادی کے قابل ہو جائے تو یقین کر لینا چاہیے کہ جو وقت دور کبھی نہ تھا ، اب اور قریب آ لگا ہے ۔ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر اور ہم قدوائیوں کے نسبی بزرگوں کی سنت چلی آرہی ہے کہ جب اس نہ ٹلنے والے وقت کا قرب محسوس ہو جائے تو وصیت کا کلمہ اپنی اولاد کو پہنچا دیا جائے ۔ خاندان بھی اس وصیت کو سن لیں اور گواہ رہیں کہ جس بزم کا آغاز الحمد اللہ سے ہوا تھا اس کا اختتام انا للہ پر ہو رہا ہے ۔ یہ وصیت کچھ لابنی چوڑی نہیں دونوں کے پروردگار نے اپنے اسمٰعیلی نبیؐ کے واسطہ سے گنتی کے

چند لفظوں میں ہم تک پہنچادی ہے إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

اے اللہ آج تیرے ایک ناتواں بندہ اور ناتواں بندی کے درمیان تیرے ہی قانون کے ماتحت، تیرے ہی حکم و ہدایت کے مطابق، تیری ہی رضا کی خاطر دہ رشتہ قائم ہو رہا ہے جو آدمؑ و حواؑ سے لے کر اب تک تیرے بیشمار نیک بندوں اور نیک بندیوں کے درمیان قائم ہوچکا ہے اے اللہ! ان سب کے طفیل میں ان دونوں کو بھی اس امتحان میں پورا اتار، ہر آزمائش میں ثابت قدم رکھ، ان کے نفوس کو پاک کردے ان کے قلوب کو اپنی محبت و ذوق طاعت سے بھردے! ان کی دنیا سدھار دے ان کی عاقبت سنوار دے، ان کی زندگیاں جوڑی جاری ہیں تیرے نام کی برکت کا سہارا لیکر، قائم رکھ اس سہارے کو جب تک یہ تیری زمین پر جئیں، اور جب اس عالم سے اٹھیں اور جب دوبارہ تیرے حضور میں حاضر ہوں، دونوں گم کردیں اپنی مرضی تیری مرضی میں تو ان کا ہوجا اور یہ تیرے ہوجائیں۔ اے اللہ! محفوظ رکھ ان کو اور ان کی نسل کو سائے فتنوں سے عصر حاضر کے اور عصر مستقبل کے خواہ وہ کیسے ہی خوش نما نقاب اپنے چہروں پر ڈال کر آئیں کیسے ہی نظر فریب پردوں میں اپنے کو چھپائیں اے اللہ! ان کے نصیب پر سایہ ڈال دے اپنے خلیل ابراہیمؑ اور بی بی سارہ اپنے خلیل ابراہیمؑ اور بی بی ہاجرہ کا۔ انھیں نقش قدم پر چلا محمد رسول اللہ اور بی بی خدیجہ رضؓ کے محمدؐ رسول اللہ اور بی بی عائشہ رضؓ کے! باد سموم کی ہر لپیٹ کو ان کے حق میں

نسیم سحر کا جھونکا بنا دے۔ آتشِ نمرود کے ہر شعلہ میں ان کے لئے گلزارِ خلیلؑ کے پھول کھلا دے۔ اپنے دین کی محبت ان کے دلوں میں جما دے، اپنے دین کی خدمت کا ولولہ ان کی روح میں بسا دے۔ اپنے دین کی نصرت کا جذبہ ان کے اندر جگا دے جب تک اس دنیا میں آباد رہیں ــــ اسلام کے ہتھیاروں سے اپنے جسم کو سجائے ہوئے اور جب تیرے حضور میں حاضر ہوں تو ایمان کا طغریٰ پیشانی پر لگائے ہوئے! جب بلاوا تیرے یہاں سے آئے تو ان کے دل میں تیری دید کی آرزو لیے ہوئے ہوئے اور ان کے چہرے تیرے شوق و اشتیاق کی چمک سے جگمگائے ہوئے! دنیا غدّار ہو جائے یہ محمدؐ کے دین کے وفادار رہیں ــــ زمانہ اپنے قول سے پھر جائے اور یہ کلمۂ توحید پر استوار رہیں! انھیں شرمندہ نہ کر، ایک دوسرے سے شرمندہ نہ کر اپنے سے، اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ سے! یہ تیری مرضیات کی جنت ان کے لیے ہو اور یہ تیری جنت کے لیے۔ اپنے کھلے ہوئے چہروں کے ساتھ، ہنستے ہوئے جلووں کے ساتھ، چمکتے ہوئے بشروں کے ساتھ، دمکتے ہوئے مکھڑوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ ہم سب دعا گوؤں کے لیے بھی!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۴)

یہ خطبہ جس کو حضرت مولانا عبدالماجد صاحبؒ نے بروز چہار شنبہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ کو اپنی منجھلی صاحبزادی کے عقد کے موقع پر ایک مختصر مجمع کے سامنے پڑھا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

آج تیس (۳۰) برس پیشتر ۱۹۱۶ء میں جو دولھا بنا تھا اور اپنا بیاہ منا رہا تھا۔ نوشتۂ غیب یوں تھا کہ ۱۹۴۶ء میں وہ گھڑی آجائے جب وہ قرض کو ادا کرے اور اپنی اولاد بلکہ اس میں ایک چھوٹی اولاد کے بیاہنے کا فرض ہنس کر اور ہنسا کر، یا رو کر اور رلا کر بہرحال اور بہرصورت انجام دے: تیس سال کی مدت کچھ تھوڑی ہوئی؟ لیکن جس کی گزر چکی اور ایک تسلسل غفلت میں گزر چکی اس کے دل سے پوچھیے، تو کیا کچھ بہت ہوئی؟ بات کہتے کٹ گئی کروٹ لیتے گزر چکی۔ کل کا لڑکا آج کا باپ

کل کا نوجوان آج کا بوڑھا، کل کا چھوکرا، آج کا بزرگ خاندان! —
تیز رفتاری اور سن سے گزر جانے میں لوگ ہوا، بجلی، ریڈیو اور وائرلیس
کی مثالیں پیش کیا کرتے ہیں، گزری ہوئی مہلت عمر، ہاتھ سے
نکلتے ہوئے ذخیرۂ وقت کے سامنے یہ ساری مثالیں ہیچ، بلکہ ہیچ در ہیچ!
نکاح کی رسم کوئی دنیا سے نرالی اور اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں
نکاح کی کوئی نہ کوئی صورت ہر مذہب، ہر ملت میں جاری ہے لیکن یہ
شرف اور کمال اسلام کا ہے — کہ یہاں زندگی کی ایک ایک سانس
عبادت اور صحیح معاشرت و معیشت کا ایک ایک جزئیہ طاعت، دنیا نے
جن چیزوں کا درجہ صرف تفریحی مشغلوں اور معاشری دستوروں کا
سمجھا وہ سب یہاں لازمہ عبدیت، نکاح کہیں اور تو صرف قانونی معاہدہ
ہے یا صرف ایک تفریح کا مشغلہ، یا صرف ایک مشرکانہ ادارہ — لیکن
اپنے اور سب کے ہادی و آقا، جن پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں
ان کی زبانِ حقیقت ترجمان سے، ابھی ابھی آپ خطبۂ نکاح کی تمہید سن
چکے۔ زبان سب سے پہلے کھلی تو اپنے اور سب کے پیدا کرنے والے
مالک و معبود کی حمد پر —

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی نَسْتَعِیْنُہٗ۔
کہ چھوٹے اور بڑے۔ عاجل اور آجل
ہر معاملہ میں مدد کرنے والا وہی ایک
ہے جس کا کوئی شریک کوئی دیوی دیوتا
نہیں۔

وَنَسْتَغْفِرُہٗ — اور ماضی پر استغفار اور طلب عفو بھی اسی ایک سے۔

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔ — اور آئندہ کے لیے نفس کی ساری برائیوں اور خرابیوں سے پناہ کی طلب بھی اسی معبود برحق سے۔

جمع کا صیغہ ہر جگہ خیال میں ہے۔ جتنی بھی درخواستیں اور التجائیں اس پاک نفس کی زبان سے فضائے کائنات میں نشر ہوئیں اور ملت کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد ان نعمتوں کی طلب میں اس سرور و سردار کا شریک!

اس تمہید التمہید کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ

مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔

تکوینی ضابطہ میں ہدایت و گمراہی تمام تر اسی کردگار مسبب الاسباب کے ہاتھ میں ہے بجز اس کے کسی میں نہ یہ قوت کہ اس کا دل پھیر سکے نہ یہ قدرت کہ اس کا پیر پکڑ سکے اور آخر میں دنیا کی اس سب سے بڑی اور سب سے زیادہ یقینی، لیکن ساتھ ہی سب سے زیادہ بھولی ہوئی حقیقت کا اثبات ہوتا ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الوہیت او معبودیت، اختیار و اقتدار بجز ایک اللہ کے ہر شے سے منفی۔

اقتدار مطلق صرف اسی کا ہے نہ کہ محدود دماغ والے بشر کی عقل کا، اور نہ بے جان و بے حس مادّہ اور نیچر کا اور نہ کسی کمیٹی کونسل کا۔ اور علم صحیح و کامل اسی عالم کلّ و قادر مطلق کے پاس سے لانے والے اور دنیا کی رہبری عمل صحیح کی جانب وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کرنے والے اس کے ممتاز ترین بندہ محمدؐ نامے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقتیں، سچائیاں اور دانائیاں دنیا و آخرت کے ہر شعبے میں ہر عمل میں اور ہر ثمرہ عمل، جو کچھ بھی ملیں گی سب اسی مقبول و برگزیدہ بندہ کے واسطے سے!

خطبۂ نبوی کی تمہید ہو چکی۔ اب چند منٹ نفس خطبۂ رسول بھی سن لیجیے گا۔ خود رسولؐ کے الفاظ میں اور اس کی ٹوٹی پھوٹی شرح ایک بیداں امتی کی زبان سے ــ رسول کی نماز جس طرح ایک ایک امتی کی نماز ہے رسول کا پڑھا ہوا خطبہ نکاح بھی اسی طرح ادنیٰ و اعلیٰ ہر امتی کی محفل عقد کا خطبہ ہے تو آج کی بزم کیوں اپنے کو اس سعادت سے محروم رکھے!

دنیا ہے اور چھٹی صدی عیسوی کے ثلث آخر کی دنیا۔ عالم انسانیت جہل اور نادانیوں میں گرفتار۔ اور فضائے کائنات شرک اور وہم پرستیوں سے تیرہ و تار، رحمت حق کو حرکت ہوتی ہے۔ ادھر حرا کے خلوت نشیں کے لوح قلب پر علم مقدس سے نشر شروع ہوتا ہے وحی الٰہی وہ شے

ہے کہ اس کی ہیبت، انسان ضعیف البنیان الگ رہا، پہاڑ تک کو جگہ سے ہلا دے لوہے کو گلا دے، پتھر کو پگھلا دے۔ صاحب وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمت کے پہلوان، عمل کے مرد میدان۔ لیکن بہر حال اسی گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان، وحی اول کے تجربہ اور فرشتہ سے پہلے پہل سابقہ کے بعد جب کاشانۂ مبارک کو تشریف لاتے ہیں تو اس حال میں قلب انور ہیبت وحی سے قدرۃً گراں بار اور جسم اقدس پر خشیت کے مادی آثار تسکین و تشفی بیں اس وقت دیتی ہے اور پیشانیٔ مبارک سے فکر و اندیشہ کا پسینہ جو پونچھتی ہے، آپ کو یاد ہے وہ کون سی ہستی تھی؟ ۔۔۔ رفیقۂ زندگی شریک شادی و غم مونسِ راحت و ام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ عورت کی قدر آپ نے اسلام میں دیکھی؟ بیوی کا مرتبہ رسول کے دربار میں آپ نے پہچانا؟ ہے کوئی اس کے مقابل کی چیز عورت کے ہمدردوں کے دفتر عمل میں؟ یا انسائیت کے رجز خوانوں کے نعرہ ہائے بے محل میں؟

رسول اکرمؐ دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ عالم ناسوت میں یہ شمع جمال ہمیشہ کے لیے گُل ہونے کو ہے۔ امت پر اس سے بڑھ کر قیامت خیز گھڑی، قیامت تک اور کون سی آسکتی ہے؟ صحابہ کرام ایک سے بڑھ کر ایک شیدائے رسولؐ اِہام صدہا کی تعداد میں موجود لیکن تاریخ و سیر کی زبان سے شہادت سنیے کہ عین مفارقت روح کے وقت اور اس کے قبل بھی سر مبارک کس کے زانو پر ہے؟ عین لقائے حق کے

وقت کس خوش نصیب کے نصیب میں ہے کہ جسدِ اقدس کے تکیے اور سہارے کا کام دے ۔ ابوبکرؓ کے نہ عمرؓ کے عثمانؓ کے نہ علیؓ کے ۔ نہ جانباز رفیقوں کے نہ محبوب عزیزوں کے بلکہ شریکِ حیات سرآمدِ ازواجِ مطہرات عائشہ صدیقہ کے! یہ ہے دنیا کے مصلح، معلم و ہادی کی زندگی میں سبق بیوی کی منزلت و مرتبہ سے متعلق، ہاں وہی بیوی جس کے لیے ہم نے بیگانوں کے لغت سے الفاظ سیکھ رکھے ہیں باندی، 'کنیز' وہ 'لونڈی' کے! یہ ہے ایک جھلک اس معاہدۂ اخلاص و وفا کے احترام کی جو اللہ کے بندوں اور بندیوں کے درمیان اس وقت سے اب تک کروڑوں، اربوں، بے شمار بار منعقد ہو چکا ہے اور ابھی اسی محفل میں ایک بار پھر منعقد ہو رہا ہے۔

جنتِ الٰہی ہے اور اس کی یہی دلآویزیاں، ملائکہ قدسی ہیں اور ان کی یہی زمزمہ سنجیاں، باغ بہشت کا چپہ چپہ انوارِ الٰہی سے معمور، الطافِ کبریائی کا قدم قدم پر ظہور۔ تخلیق ابوالبشر کی ہوتی ہے تشریف آوری، رونقِ بزمِ کائنات خلیفۃ اللہ کی ہوتی ہے آپ آتے ہیں۔

جنت میں کس لطف و مسرت کی کمی؟ ہر سمت نعمتوں کی بارش ہر طرف انوار کی تابش۔ اس پر بھی اپنے دل کا گوشہ خالی پاتے ہیں۔ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ابھی کوئی خلا ہے۔ اتمامِ حجت کے لیے یہ نہیں ہوتا کہ جنت کی لذاتِ مادی میں کچھ بڑھا دیا جائے، سرور روحانی کے سامان میں کچھ اضافہ کر دیا جائے بلکہ تخلیق ہوتی ہے آدم سے ملتی جلتی، لیکن پھر بھی اس سے زرا الگ ایک اور مخلوق کی،

توریت میں یہ قصّہ ذرا شرح و تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے :

" اور خداوند خدا نے کہا کہ اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے میں اس کے لیے ایک ساتھی اس کی مانند بناؤں گا۔ اور خداوند خدا نے میدان کے ہر ایک جانور اور آسمان کے پرندوں کو زمین سے بنا کر آدم کے پاس پہنچایا ..... اور آدم نے سب مویشیوں اور آسمان کے پرندوں اور ہر ایک جنگلی جانور کا نام رکھا ۔ پر آدم کو اس کے مانند کوئی ساتھی نہ ملا اور خداوند خدا نے آدم پر بھاری نیند بھیجی کہ وہ سو گیا اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکالی اور اس کے بدلے گوشت بھر دیا اور خداوند خدا نے اس پسلی سے جو اس نے آدم سے نکالی تھی ایک عورت بنا کے آدم کے پاس لایا۔ اور آدم نے کہا کہ اب یہ میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے ۔ اس سبب سے وہ ناری کہلائے گی کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی اس واسطے مرد اپنے باپ ماں کو چھوڑ دے گا اور اپنی جورو سے ملا رہے گا اور وہ ایک تن ہوں گے ۔ (پیدائش ۲۰-۱۸:۲۴)

قرآن مجید نے اس ساری داستان کو لپیٹ کر ایک مختصر بلیغ جملہ ادا کر دیا خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا ۔ آدم کا دل تسکین اب جا کر پاتا ہے ۔ تکمیل اپنے وجود کی اب محسوس کرتا ہے ۔ لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا سوچیے اور پھر

سوچیے۔ جنت میں کمی کس چیز کی ہوسکتی تھی؟ ہر ممکن لذت خدمت کو حاضر، ہر ممکن مسرت چاکری کو کمربستہ، لیکن نوازشوں اور بخششوں کی تکمیل جب ہی جا کر ہوئی، آدم کے حق میں جنت جب ہی تحقیقی معنی میں جنت ثابت ہوئی، جب مرد کے لیے عورت، شوہر کے لیے بیوی وجود میں آئی —— آدم زاد آج اس دنیا میں اپنی آرزوؤں کی جنت کی تعبیر کس چیز سے کرنا چاہتا ہے۔ مال و دولت ہو، جاہ و حکومت ہو، زہد و عبادت ہو، فقر و ریاضت ہو، جو کچھ بھی انسان کو دل و جان سے مرغوب و مقصود ہوتا ہے، جس مقصود کے پھیر میں رات دن ایک کرتا رہتا ہے، غور کر کے دیکھیے ان سب کے عقب میں، ان سب کے تہہ میں آخری چیز کیا ہوتی ہے؟ یہی نا کہ دل کو جمعیت اور طبیعت کو سکون و تسلی حاصل ہو؟ لیکن بعینہٖ یہی مقصود تو عورت کی تخلیق سے ہے۔ خَلَقَ لَکُم مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا گویا ایک طرف نسائیت FEMINISM کی پکار ہے کہ ہر عورت ہر شعبۂ زندگی میں مرد کی حریف ہے رقیب ہے۔ مرد اگر سینکڑوں، ہزاروں فٹ کی بلندی سے طیارہ سے چھلانگ مارتا ہے تو عورت اس سے بڑھ کر چھلانگ مارنے کا حق لے کر رہے گی — مرد اگر کشتی لڑتا ہے تو عورت بھی کشتی میں نام پیدا کرے گی۔ تو دوسری طرف اسلام کا معیار ہے کہ عورت مرد کی حریف نہیں حلیف ہے اس کی رقیب و مدمقابل نہیں اس کے لیے سرمایۂ راحت اور مایۂ تسکین ہے اس کی متمم ہے اس کے

کمالات کو قوت سے فعل میں لانے والی اس کی تکمیل ہے اس کی حیات و مقصدِ حیات کی تکمیل کرنے والی!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۔

بچہ پلا اور بڑھا اور جوان ہوا اور جسے کل انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا جا رہا تھا آج وہ اس قابل ہو گیا کہ چلے اور دوڑے اور خود ہی نہیں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ چلائے پڑھ لکھ کر ہوشیار ہوا اور اس لائق کہ نہ صرف اپنی ذمہ داری اپنے سر لے بلکہ قول دے دوسروں کی کفالت کا، حفاظت کا، ذمہ داری کا، خبر گیری کا سرپرستی کا ــــ رخصت بچپن کی بے فکریاں اور ختم معصومیت کی فارغ البالی۔

اور جو کل تک گھر کی چہکتی مینا تھی وہ مطالبہ کرنے لگی باپ سے اپنے حق کا ــ مطالبہ اپنی زبان سے نہیں جس پر اسلامی شرم و حیا

کے فضلا چڑھے ہوئے ہیں اور پردے مشرقی ادب و لحاظ کے پڑے ہوئے ہیں - مطالبہ اس کی زبان سے جو بڑوں اور چھوٹوں سب کی رہنمائی کے لیے آیا - جس نے ایک ایک کو اس کا فرض یاد دلایا - ایک ایک کا حق جتلایا تو وہ ارشاد کرتا ہے۔

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِی - نکاح تو میرا طریقہ ہے میرا لایا ہوا دین اور پھیلایا ہوا آئین - حیات اجتماعی کی اصل بنیاد فرد نہیں خاندان ہے اور خاندان کی ترکیب کا عنصر حقیقی یہی رشتۂ ازواج ہے - نہ ہو کہ اسے کوئی فضول اور لایعنی رسم سمجھ بیٹھو یا خواہ مخواہ کی قید - دنیا شروع سے بار بار غلط تجربہ کرتی آئی ہے اور آخر تک کرتی رہے گی - کوئی شرک اور رواج پرستی کے جنگل میں پھنسا ہوا تجرد و رہبانیت کی طرف لے جائے گا - کوئی الحاد و مادہ پرستی کے دلدل میں دھنسا ہوا FREE LOVE اور حیوانیت کے رخ پر چلائے گا - دنیا کے ہاتھ میں صحیح قانون دینے اپنے دنیا آفرین کی طرف سے میں آیا ہوں - میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ سارے راستے ہیں جہل و نادانی کے بدنظمی و فتنہ سامانی کے اور صحیح راستہ صرف وہی ہے جماعت کے لیے اور فرد کے لیے عورت کے لیے، مرد کے لیے صحت کے لیے اور عافیت کے لیے، عصمت کے لیے اور عاقبت کے لیے، جو میرا بتایا ہوا میرا سمجھایا ہوا میرا چلایا ہوا ہے -

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی - اس پر بھی بدنصیب میرا طریق چھوڑ ادھر اُدھر بھٹکتا ہے اور حکیم حاذق کے مطب سے منہ موڑ، چوراہے

کے کسی عطائی اشتہاری، جاہل، چرب زبان دوافروش کا دامن پکڑتا ہے۔

فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ وہ جان لے اور سن رکھے کہ وہ میرا ہرگز نہیں ہے اس کی شامتِ اعمال سے بری اب وہ جانے اور اس کی کج روی!

باپ کی امانت کا زمانہ ختم ہوا۔ جس موم کی پتلی کو بچپن سے آج تک آنکھ کی پتلی بنا کر رکھا، پالا، بڑھایا، لکھایا، سکھایا، کھلایا، برسوں جس سے دل نے سرور حاصل کیا اور آنکھوں نے نور، جب وہ خود اس لائق ہوئی کہ خدمت کر سکے اپنے ہنر اور سلیقہ کی شمع سے اندھیرے کو اجالا بنا دے تو حکم ملتا ہے کہ وداع کر دو اسے، منتقل کر دو امانت کو، دوسرے کے ہاتھ میں، آج سے اس کی نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان نئی زندگی اور نیا سامان!

آج سے کوئی پانچ ہزار سال قبل ایک باپ، بوڑھے باپ اور اللہ کے مقدس اور برگزیدہ بندہ کو حکم ملا تھا کہ ذبح کر ڈالو اپنے ہاتھ سے اپنے جگر پارے کو! لڑکے کو، دودھ پیتے بچے کو نہیں اچھے پلے پلائے، دوڑنے پھرنے والے، باپ کا ہاتھ بٹانے والے بیٹے کو! اللہ اللہ! جہاں یہ معاملہ اپنے دوستوں شیدائیوں کے ساتھ ہو وہاں ہمہ شما نام کے کلمہ گو کس شمار قطار میں! اُلفت کے اس میدان میں جسم تو حسینؓ ابن علیؓ اور ان کے رفقاء کے خاک و خون میں تڑپتے ہیں اور شہادت گاہ امتحان

میں سر عثمان و علیؓ کے نذر ہوتے رہتے ہیں۔

بزم ترا شمع و گل خستگی بوتراب

ساز ترا زیر و بم حادثۂ کربلا!

حکم اس نوعیت کا، گو اس سے بدرجہا ہلکا، ملت ابراہیمی کے ہر پیرو کو ملتا ہے کہ جس کسی کہ لڑکی ہو، آزمائش کی اسی راہ سے گزرے اور کسی کے دس بیٹیاں ہوں تو دس بار اس امتحان میں پورا اترے اور یہیں سے فخر آبائے نامدار اور ہم سب کے آقا و سردار کے مرتبہ پر ایک مزید روشنی پڑتی ہے جس کی شان میں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ آیا ہے۔ نفی ابوت رجال کی اسناد پر رہی ہے۔ ابوت نساء کی نہیں۔ صاحبزادیوں کا باپ ہونا تو آپ کے لاتعداد فضائل و کمالات کے سلسلہ کی ایک اہم اور قیمتی کڑی ہے۔ کیونکر ممکن تھا کہ قرآن مجید اس کی طرف اشارہ کیے بغیر رہتا۔ پاک پیرزادیاں ایک نہیں متعدد تھیں۔ سب کو آپ نے بیاہا، رخصت کیا دوسروں کو اپنے ہاتھوں سونپا۔ رقیہ بیاہ کر گئیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ اللہ کے پیارے کی پیاری فاطمہ زہرا کا شانۂ نبوت چھوڑ کر دوسرے کے گھر جا بسیں (رضی اللہ عنہا)۔

اللہ اکبر! بندہ نواز کے ہاں بے حساب طریقے ہیں بندوں کے نوازنے کے اور بیشمار راستے ہیں بندیوں کے سرفراز نے کے! ابراہیمؑ خاک کے پتلے گوشت پوست کے بنے ہوئے بندے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) انھیں اپنا دوست کہہ کر پکارا اور خلیل کے لقب سے بڑھایا، چڑھایا۔ اللہ اللہ!

کیا کیا بندہ نوازیاں ہیں کیسی کیسی سرفرازیاں! جسے بڑھانا چاہیں یوں
خاک سے پاک بنا دیتے ہیں اور جسے اٹھانا چاہیں یوں فرش سے عرش پر پہنچا دیتے ہیں
اور پھر صلہ و انعام کو جب عام کرنے اور بخشش کو وقف دو جہاں کر دینے
پر آئیں تو جو امتحان خلیلؑ کا ان کے ظرف و ہمت کی مناسبت سے لیا اس
کا ایک ہلکا سا خواب ملت ابراہیمی میں ہر بیٹی کے باپ کو دکھا اس میں
مناسبت مرتبہ خلت سے پیدا کر دیتے ہیں۔ مقصود تو خود ہی لطف و نوازش
کرنی ہے اور خاکیوں کو شانِ کرم کی جھلک دکھانی ہے اور اس
کے لیے بہانے کیسے کیسے مہیا کر دیے ہیں۔ ایک ہی وقت میں لطیف بھی
اور گداز بھی، پر درد بھی اور دلنواز بھی! درد کی کسک نہ ہو تو مجاہدہ ہی
کیا اور جب مجاہدہ ہی نہیں تو اس کا اجر ہی کیسا! بھوک کا احساس
تو پیدا ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ کھانے کا لطف آئے اور پیاس تو رکھی ہی
اس لیے گئی ہے کہ پانی میں لذت ملے!

مبارکباد کا وقت وہ نہیں ہوتا جب امتحان کے کمرے میں لڑکوں
کے ہاتھ میں پرچہ آتا ہے مبارکباد اس وقت دی جاتی ہے جب
کامیابی کا گزٹ چھپ چکتا ہے مسافر کا سفر کامیاب اس وقت نہیں کہا
جاسکتا ہے جب وہ ٹکٹ لے کر درجہ میں داخل ہوتا ہے۔ کامیاب اس
وقت کہا جائے گا جب وہ سارے درمیانی اسٹیشنوں سے گزرتا ہوا سڑکوں
اور پُلوں کو عبور کرتا ہوا سارے مرحلوں کو طے کرتا ہوا منزل مقصود تک

بخیریت و بہ عافیت پہنچ جائے اور یہی راز ہے اس کا کہ خطبۂ نبوی جو ابھی آپ سن چکے ہیں تقویٰ الٰہی کی تکرار سے بھرا ہوا ہے اور اتقوا اللہ چار سطروں کے اندر چار بار آیا ہے تو محفل کا نوشہ اور پس پردہ لڑکی دونوں سن لیں کہ آج کی گھڑی عملی زندگی کے بڑے اور کڑے امتحان میں داخلہ کی ہے۔ ایک عظیم الشان و پُر پیچ سفرِ حیات کے آغاز کی ہے۔ وقت نہیں ہے غفلت کے شادیانوں کا موسم نہیں ہے مدہوشی کے ترانوں کا، یہ گھڑی ہے احساس ذمہ داری کی پوری بیداری کی اور یہی راز ہے اس کا کہ نکاح کا زمانہ معتبر بلوغ کے بعد ٹھہرایا ہے اور اقرار معتبر بالغ ہی کا مانا گیا ہے کہ خود بلوغ کے معنی ہی یہ ہیں کہ روح اور قلب ایک عظیم الشان ذمہ داری کا بار اٹھانے کو تیار ہو گئے!

اچھی بیوی اور اچھی عورت وہ نہیں جو مردوں سے بے جھجک ملے اور میوزک ہال میں بے جھجک رقص کرے۔ بیشک شرک کے مذہبوں اور جاہلیت کی تہذیبوں نے معیار اسی کو ٹھہرایا ہے اور آج سحر فرنگ سے مرعوب "تجدد" اسی پر ریجھا ہوا ہے۔ لیکن دنیا کے سب سے بڑے معلم کے لائے ہوئے دین فطرت اور پھیلائے ہوئے آئین حکمت میں گنجائش ان آزادیوں، بیباکیوں، آوارگیوں کی کہاں؟ یہاں تو نکاح بجائے خود ایک قید ہے۔ اور اپنے ساتھ بہت سی قیدوں کا بڑھانے والا، بہت سی پابندیوں کا لانے والا۔ پس سن لے مسلمان لڑکی، کہ زمانہ بے فکریوں کا ختم ہوا اور

دور شروع ہوا نئی فکروں اور پابندیوں کا نئی قیدوں اور ذمہ داریوں کا!
اب تک سہیلیوں کے ساتھ کھیلی، بہنوں کے ساتھ ہنسی بولی، ہمجولیوں
کے ساتھ جھولا جھولی، اب کل سے زندگی وقف ہوگی دوسروں کی خدمت
کے لیے، نہ کھانا اپنے لیے ہوگا، نہ ہنسنا اپنے لیے، نہ اپنے وقت سونا
نہ اپنے وقت جاگنا ۔ خود بعد کو کھائے گی۔ پہلے دوسروں کو کھلائے گی ۔
بیشک پہنے گی اور اوڑھے گی مگر اس لیے کہ شوہر کو بھلی لگے ۔ اپنے کو
سنوارے گی، نکھارے گی مگر اس لیے کہ شوہر کی نظر میں جنچے، راتوں پر
راتیں جاگے گی، ٹہل ٹہل کر کاٹے گی ۔ اس لیے کہ نئی نسل کو بڑھائے،
پھیلائے، صحت و زندگی کی شاہراہ پر چلائے، دوسروں کی سیرت کی
تشکیل کرے، ان کے نشو و نما کی تکمیل کرے، منزل بے شک کڑی ہے
اور ذمہ داریاں سخت، لیکن جو خوش نصیب اس کو نباہ لے گئی اور شوہر
کا دل ہاتھ میں لیے دنیا سے اٹھی بشارت ہے اس کے لیے دنیا کے سب
سے بڑے راست باز کی زبان سے ارشاد ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان
کوئی روک نہیں ــــــ یہ آخری منزل نظر کے سامنے ہو اور یہ دستور العمل
ہاتھ میں تو صحرائے ہستی کا ہر کانٹا انشاءاللہ پھول بن کر کھلے گا اور راہ کا ہر پتھر
پانی ہو کر بہے گا ۔

جی میں تھا کہ آج امانت کا چارج نئے امین کو دیتے وقت ذمہ داریوں
کا نقش اس کے دل کی گہرائیوں میں بٹھائے اور فرائض کی فہرست ایک
ایک کر کے اسے سنائے ۔ پر آہ کہ اس کی ہمت کہاں سے لائی جائے!

سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

آخر ایک دن وہ بھی تو تھا کہ جو آج کی محفل میں باپ کی حیثیت سے ہے خود بزم میں نوشہ کی حیثیت سے تھا اور کسی اور کی امانت کو ذمہ داری کا بار محسوس کیے بغیر اس ہلکے پھلکے دل کے ساتھ قبول کر رہا تھا کہ گویا ایجاب و قبول ایک کھیل تماشا ہے ! اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلاً۔ ظلوم و جہول بیشک اصل معنی میں ۔

کنعان کے پیر دانا کا قصہ ہے کہ اپنے نورِ نظر یوسفؑ کو بچانے کی کیسی کیسی کوششیں کر ڈالیں، لیکن اور تو اور، خود اپنے بیٹوں سے پیش نہ گئی ! پھر ایک تیر کا لگ ہی چکا تھا اور بیٹے کے غم میں بصارت تک کھو بیٹھے تھے، کہ دوسرے لختِ جگر بن یامین کی حفاظت کے لیے احتیاط کی بقیر نے یہاں تک سجھا دیا کہ مصر کے شہر میں سب بیٹے داخل ہوں تو ایک ساتھ ایک دروازے سے داخل نہ ہوں۔ پھر یہ ساری عقل آزمائیاں اور مصلحت کوشیاں کچھ بھی چلیں ؟ کہاں بندۂ بے بس کی تجویز و تدبیر اور کہاں حکیم مطلق کی مشیت تکوینی و تقدیر ! لیکن دیکھیے گا، عارفوں کے اس سردار کی زبان سے اس لمحہ بھی سچائی کس قیامت کی ادا ہوتی ہے ۔ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ —— روئے جاتے ہیں، لرزتے جاتے ہیں اور زبان سے کہتے جاتے ہیں کہ میری تجویزوں اور تدبیروں

سے ہوتا کیا ہے۔ مجھ ناچیز کی کوئی احتیاط مشیت تکوینی کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ ہوگا تو وہی جو میرا نہیں میرے پروردگار کا چاہا ہوگا۔ وہی حاکم ہیں۔ وہی مالک ہیں، وہی متصرف ہیں، تکیہ اور بھروسہ صرف انھیں کی ذات پر ہے۔

گنہگار باپ کی معصوم لڑکی! تجھے اسی حافظ برحق و ناصر مطلق کے سپرد کیا، جس نے یوسفؑ کی حفاظت کی، کنوئیں کے اندھیروں میں اور بن یامین کی پردیس کے خطروں میں، جب ایک بزرگ پیمبر تک بے بس ہو چکے تھے! وہی تیرا محافظ ہے زندگی کی ہر مشکل میں، سفر حیات کی ہر منزل میں، آج بھی صبح زندگی کی کرن پھوٹتے وقت اور کل بھی شام زندگی کی شفق پھولنے کے وقت! اس وقت بھی جب کہ تیرے سر پر ہاتھ رکھنے والے بڑے اور ان بڑوں کے بڑے زندہ سلامت ہیں اور اس وقت بھی جبکہ خود تیرا شمار ہوگھر کی بڑی بوڑھیوں میں گھرانے کی نانیوں اور دادیوں میں! اور لڑکپن کی شادابیوں کی جگہ لے چکیں لٹوں کی سفیدیاں اور چہرہ کی جھرّیاں اور آج کے دعاگو و دعاخواں خطبہ نویس کی ہڈیاں تک خاک ہو چکی ہوں!

مرد و عورت کی تفریق انسان ہی میں نہیں، نر و مادہ کے اختلاف و امتیاز سے تو حیوانات تک خالی نہیں بلکہ شاید نباتات بھی! اب اگر دونوں صنفیں ہر جہت سے یکساں ہیں تو قدرت کو آخر اس تقسیم و تفریق کی ضرورت ہی سرے سے کیا تھی؟ لیکن اگر بالکل ہی مختلف ہیں تو یہ

دو صنفیں ایک ہی نوع کی ، وہ ایک ہی جنس کے اندر کیسے قرار پائیں۔ جاہلی تہذیبوں اور غیر فطری مذہبوں کو ٹھوکر یہیں آکر لگی ہے عقل کم اندیش آخر کہاں تک پہنچتی اور نفس کے کن کن دھوکوں سے بچتی! رہنمائی دینِ فطرت نے آکر کی ، کہ بہ حیثیت انسان دونوں بالکل ایک حقوقِ بشری کے لحاظ سے دونوں میں سرِ مو فرق نہیں ، بھوک ، پیاس ، گرمی ، سردی ، سختی ، نرمی ، رنج اور خوشی کا احساس اِس کو بھی اُس کو بھی ، چوٹ لگے گی تو اِس کا جسم بھی دکھے گا اُس کا بھی ۔ ان تمام حیثیتوں سے کیساں ہیں آدم کے بیٹے اور حوّا کی بیٹیاں اور اسی طرف اشارہ ہوتا ہے ادائے حقوق کے باب میں ۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ ۔ کلام کی بلاغت و معنویت پر غور ہو ۔ ارشاد یہ نہیں ہوتا کہ دونوں کی صلاحیتیں ایک ہیں ، دونوں کی قوتیں ایک ہیں دونوں کی ساخت جسمانی یا ترکیب نفسی ایک ہے بلکہ صرف یہ کہ دونوں کے حقوق ایک دوسرے پر کیساں ہیں کہ حقوق کی بنا صنفیت کا امتیاز نہیں ، انسانیت کا اشتراک ہے اور جہاں سے صنفیت کے حدود شروع ہوئے اور صنفوں کا مستقل وجود خود دلیل اس امر کی ہے کہ دونوں کی قوتیں الگ ، صلاحیتیں مختلف اور دائرۂ عمل علیحدہ نظامِ صنفی جب نظامِ حیاتی کا ایک جزءِ غیر منفک بھی ہے یا عرض لازم ہے چنانچہ جہاں جہاں حیات ہے صنفیت بھی ہے اور جب ایک کا وجود دوسرے سے مستقل طور پر الگ ہے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ اختلاف و امتیاز ثمر انداز ہو رہا ہے ۔ نظامِ شعوری پر نظامِ فکری پر نظامِ حسی پر نظام

عضوی پر، نظامِ معاشرتی پر، غرض ہر نظامِ بشری پر اور کارخانۂ عالم میں دونوں کے حدود جداگانہ ہیں۔ یقیناً ایک دوسرے کے متمم وکمل، معین ومعاون لیکن بہمہ حال ایک دوسرے سے مختلف ومتبائن۔

ٹیم میں جیت کی کوشش میں شریک سب ہوتے ہیں لیکن فیلڈ میں پوزیشن ہر کھلاڑی کی نہ ایک ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ مقام ہر کھیلنے والے کا، اگر بازی میں جیتنا مقصود ہے تو متعین اور دوسروں سے الگ ہی ہوگا اب اگر فل بال میں گول کیپر کہے کہ میں کیوں آخر سب سے پیچھے اپنی جگہ پر جما کھڑا رہوں درآنحالیکہ میرے ساتھی دوڑتے جھپٹتے، آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ اور فارورڈ والے یہ کہنے لگیں کہ دوڑ کی ساری محنت ہمیں گوارا کریں، اور درآنحالیکہ بیک والے پیچھے آرام سے کھڑے ہیں تو فرمائیے اس ٹیم کا کیا حشر ہوکر رہے گا۔

اللہ بہتر جانتا ہے کہ آج عورت کے جو نادان دوست اس کے حجاب کو اس کی پستی اور غلامی پر بطور دلیل لا رہے ہیں اور اس کی خانہ داری کی زندگی کا مرقع اس بھیانک شکل میں پیش کر رہے ہیں کہ گویا وہ اس کے حق میں ایک عذاب ہے۔ وہ ٹھیک اسی قسم کے انتشار ذہنی میں مبتلا ہیں دوسروں میں بھی یہی "انارکی" پھیلا رہے ہیں اور زندگی کی وسیع بازی گاہ میں ٹیم کا دشمن خود ٹیم والوں کو بنا رہے ہیں۔

ٹیم کے اندر یہ اعلیٰ وادنیٰ کیسا! اور معزز و حقیر کے کیا معنی! انتظامی ضروریات کے لیے افراد میں مرکزیت پیدا کرنے کے لیے تعطل (DEAD LOCK)

دور کرنے کے لئے ٹیم کا ایک کپتان ہوتا ہے۔ تو بہرحال و بہرصورت لازمی ہے، تو کیا ٹیم کے دوسرے کھلاڑی کپتان کے غلام ہوتے ہیں؟ ہماری شریعت نے (شریعت حکمت ہی کی اعلیٰ ترین صورت کا نام ہے) تو اس مرکزیت کی تائید کر رکھی ہے کہ یہاں تک فرمایا گیا کہ دو مسلمان بھی اگر سفر میں ہوں تو ایک کو امیر سفر بنا دیا جائے۔ ہر شخص کی خانگی زندگی اپنی جگہ ایک ننھی منی سلطنت ہوتی ہے۔ بجٹ کیونکر تیار ہو، مہینہ یا سال کے آمد و خرچ میں توازن کیسے قائم رہے۔ خوراک کا کیا بندوبست ہو مسکن و لباس کے مسئلے کس طرح حل ہوں۔ بیماری کے علاج کی کیا صورت ہو۔ لڑکوں کی تعلیم و تربیت کس راہ پر لگے وغیرہا۔ یہ سارے امور جس طرح بڑے بڑے مدبرین سلطنت کے سوچنے اور سمجھنے اور طے کرنے کے ہوتے ہیں، اسی طرح وہ بہت ہی چھوٹے پیمانہ پر سہی ہر میاں بیوی کے لیے بھی قابل غور رہتے ہیں ان کے ایک جزو کا مالک و مختار مرد ہوتا ہے اور دوسرے کی کنجی بیوی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ کما کر مرد لائے گا۔ کمائی سلیقہ کے ساتھ ٹھکانے عورت لگائے گی۔ زمین میں غلہ مرد بوئے گا گوڑے گا جوتے گا، ہل چلائے گا عورت غلہ کو پھٹکے گی، پیسے گی، گوندھے گی، روٹی پکائے گی۔ مریض بچوں کو ڈاکٹر کے پاس باپ لے کر جائے گا دوا ماں پلائے گی۔ ہاتھ پیر سہلائے گی۔ غرض جہاں تک اندر کی زندگی کا تعلق ہے عورت اپنی چھوٹی سی سلطنت کی رانی یا ملکہ ہوتی ہے۔ اسلام نے اس کو یہی مرتبہ بخشا ہے اور اس کو کسی کی زبان حکمت ترجمان سے یوں ادا کرایا ہے۔

اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَّخَیْرُ	اس دار ناپائیدار میں بہترین
مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَۃُ	جنس جو ہے وہ اچھی اور پاک
الصَّالِحَۃُ۔	بیوی ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب النکاح۔ فصل اول)

اور پھر مردہم کا کپتان سہی جیساکہ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ سے ظاہر ہے اور گھر کی سلطنت کا افسر سہی جیساکہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ سے واضح ہے۔ لیکن آدم زاد کی قوت جسمانی اور دُور اندیشی کے مقابلہ میں آدم زادی کے پاس کم از کم ایک روشن پہلو مسلسل صبر وتحمل اور ایثار وجاں نثاری کا ہے اور اس نے اس کا درجہ باپ سے کچھ اونچا ہی رکھا ہے۔ کون بشر ایسا ہے جسے سخت سے سخت مشقتوں کے باوجود مسلسل نو نو مہینے تک اس کی ماں نے اپنے بطن کے اندر رکھے ہوئے بوجھل بنے ہوئے چلتی پھرتی نہیں رہی ہے؟ ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو برس تک اپنے جسم کا خون دودھ کی شکل میں نہیں پلایا؟ دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں ہر وقت کی دیکھ بھال، حفاظت، کفالت اپنے ذمہ نہیں رکھی ہے! حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ اور پھر ان سب سے کہیں دشوار تر اور اہم ترین کام، نومولود کی سیرت سازی اور اس کی تربیت کی تشکیل اور تکمیل کس کے حصہ میں رہی ہے؟

عمر ہم کو دیا سب سے جو نشکل نظر آیا

دنیا کی عمر جب سے قائم ہے اس مشکل ترین اور نازک ترین ذمہ داری کو آج تک عورت ہی نے جھیلا، نبایا، سنبھالا ہے اور یہی راز ہے ۔ اس کا کہ جنت باپ کے نہیں ماں کے قدموں کے نیچے ارشاد ہوئی ہے!

دو مسافر ہیں جو ایک لمبا سفر ایک اجنبی ملک کا شروع کرنے والے ہیں ۔ ایک ان میں سے ٹائم ٹیبل اور گائڈ بک خریدتا ہے ۔ پرانے مسافروں سے مل کر مسافت کا، جغرافیہ کا، موسم کا، آب و ہوا کا، طرز معاشرت کا ایک ایک چیز کا حال پوچھ لیتا ہے ۔ کرایہ کیا پڑے گا ۔ راستا کون اختیار کرنا ہوگا ۔ زبان کی اجنبیت کیسے حل ہوگی وغیرہ وغیرہ ۔ ہر چیز کام آنے والی جان لیتا ہے ۔ دوسرے صاحب ہیں جو آغاز سفر کے وقت کسی صاحب تجربہ سے مشورہ کرنا اپنے عزم آزادی سفر کی توہین سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب چاہوں گا جس سمت چاہوں گا، بس سامان کے ساتھ جس حال میں ہوں گا چل کھڑا ہوں گا ، دوسروں کی ہدایتوں کا سبق پڑھتے رہنا توہین ہے میری آزادی ارادہ کی ـــ عورت کے نادان دوست جو آج نوجوان ، کمسن ، ناتجربہ کار لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان یہ پروپیگنڈہ کرنے اٹھے ہیں کہ جو جس سے چاہے بلا والدین کی وساطت و مشاورت کے شادی رچالے ٹھیک اسی قسم کی آزادی کے مبلغ ہیں ۔ ان خود پسندیدہ شادیوں کے جو نتیجے فرنگیوں اور فرنگنوں کے ملک میں نکل رہے ہیں اور طلاق و تفریق کے جو جو فضیحتے وہاں کی عدالتوں

کی مسلوں اور اخبارات کے صفحات کی رونق بنے رہتے ہیں ان کے مختصر اعادہ کے لیے بھی اس محفل میں گنجائش کہاں سے نکالی جائے؟

یہ حقیقت صرف شریعت اسلام نے پیش نظر رکھی ہے کہ نکاح نام ہے حتی الامکان عمر بھر کے لیے ایک معاہدہ کا اور دن رات، ہر وقت ہر قسم کے سابقہ کا۔ بچہ جس طرح ہمیشہ بچہ نہیں رہتا، محفل کا نوشہ ہمیشہ دولھا اور دلھن ہمیشہ نئی نویلی ہی نہیں رہتی۔ شادی کی رات بہرحال چند گھنٹوں ہی کی عمر لے کر آئی ہے۔ اور شادی کا دن بہرحال دن ہی بھر کا ہوتا ہے۔ ہر سن اور ہر دن نئے نئے مسئلے سامنے لائے گا۔ اور خود نوجوانی میں بھی ایک ہی قسم کے نہیں بیسیوں مختلف و متضاد جذبات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لازمی ہے کہ اپنی ذاتی پسند و انتخاب کے ساتھ اپنے مخلص ترین و تجربہ کار بزرگوں کے مشوروں کو شریک رکھا جائے اور یہی حکمت ہے ہماری شریعت میں ولی کی اہمیت کی۔! آج جنھیں جوانی سے اُترا ہوا اور پیری کی طرف جھکا ہوا دیکھا جا رہا ہے! آخر وہ بھی تو جوان ہی رہ چکے ہیں اور نوعمری کے جذبات سے پوری طرح لذت آشنا و سرشار ع

گزر چکی ہے یہ فصلِ بہار ہم پر بھی

واقف اس کوچہ کے قدم قدم سے آگاہ اس وادی کے ایک ایک پیچ و خم سے

معلوم ہیں مجھ کو تیرے احوال کہ میں بھی

مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہ گزر سے

دنیا کے سب سے بڑے حکیم اور سب سے بڑے خطیب کا خطبۂ نکاح
اصل عربی میں آپ نے دو مختلف ٹکڑوں میں سن لیا۔ اس تمہید میں جو کچھ
ارشاد ہوا تھا اس کی تشریح چند منٹ قبل آپ سن چکے۔ تجدید ایمان
کے اس وعدے کے اور اللہ کے بندے اور مفسر نے اپنا کلام چھوڑ کر اپنے
خالق کا کلام کچھ مختصر سا سنا دیا اور چار آیتوں کی تلاوت تین متفرق مقامات
سے کر دی۔ سارا زور تقویٰ الٰہی وخشیت پر۔ گویا ئی زندگی میں داخلہ کے
وقت سب سے زیادہ زور تاکید کی چیز یہی خوفِ خدا ہے۔ رسول اللہ صلعم
دنیا کے معلم ہو کر آئے تھے مصلح ہو کر آئے تھے۔ نعوذ باللہ کوئی فلسفی، کوئی شاعر
کوئی رومان نویس نہ تھے۔ جانتے تھے جس رشتہ میں دو ذی روح صاحبِ
ارادہ ہستیوں کا ساتھ اور سابقہ سال کے ۳۶۵ دنوں اور دن کے ۲۴
گھنٹوں کا ہے لازمی ہے کہ ناگواریاں بھی پیش آئیں اور کبھی کبھی ناچاقیاں
بھی۔ کبھی بے التفاتی کی سرد مہریاں اپنا رنگ جمائیں گی کبھی غصہ واشتعال
کی گرماگرمیاں اپنا زور دکھائیں گی۔ کبھی دکھ سکھ کبھی مایوسیاں
کبھی معذوریاں۔ ابھی بیماریوں کی دکھن ابھی ناکامیوں کی چبھن۔ علاج
ان سب بڑے اور چھوٹے امراض کا ناخوشگواریوں کے سلسلۂ دراز کا،
ازدواجی زندگی کے ہر نشیب و فراز کا ایک اور صرف ایک ہے۔ اس کا نام
ہے خوفِ خدا یا تقویٰ الٰہی۔ یہی ایک ایسی اکسیر کی پڑیا ہے جو ہر مصیبت
سے بچائے گی، ہر لغزش کے وقت آڑے آئے گی۔ یہی معنی و مفہوم
ہیں ایجاب وقبول کے اور یہی حکمت ہے خطبۂ نبوی میں آیات تقوے کی

تکرار کی۔

خطبۂ نبوی کا خاتمہ اس قانونِ ربانی کی منادی پر ہوتا ہے کہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۔

صلاح و فلاح کی راہ دکھانے والی روشنی تو صرف اللہ اور رسول کے قانونِ شریعت میں ہے اور کامیابی تو اسی کا حصہ ہے جو اطاعت اس کامل ہدایت نامہ اور مکمل دستور العمل کی اختیار کرے۔ اپنی ہی جیسی محدود عقل رکھنے والوں کے نظریوں اور فلسفوں کی غلامی چھوڑ کر اور کامیابی (یا فوزِ عظیم) بھی کیسی؟ مادی بھی اور روحانی بھی، اخروی بھی اور دنیاوی بھی۔ اشخاص و افراد کے لیے بھی اور اقوام و جماعت کے لیے بھی ـــــ اور اس شاہراہ کے سوا ہر روش باطل اور ہر راہرو کے حق میں سم قاتل خواہ وہ راہ دکھانے والا امرذک ہو ایران کا یا برٹرینڈ رسل ہو انگلستان کا یا جج لینڈسے امریکہ ذی شان کا۔

نکاح اسلام کی نظر میں معاہدہ ہے ایک طرف سے اطاعت کا اور دونوں طرف سے محبت کا اخلاص کا رفاقت کا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ایک نسبتاً ضعیف و نازک مخلوق زبان ہار رہی ہے کہ اپنے کو دوسرے کے سپرد کر رہی ہوں۔ دوسری نسبتاً قوی و صاحبِ اقتدار ہستی قول دے رہی ہے کہ میں دوسرے کی ذمہ داری کو قبول کر رہا ہوں" اور دونوں اپنے اس اقرار پر گواہ ٹھہرا رہے ہیں۔ علاوہ ضابطہ کے ان دو عاقل بالغ گواہوں کے جن کا تعلق صرف عالمِ شہادت کے ظواہر

سے ہے۔ خود عالم الغیب والشہادۃ اور اس کی ساری غیبی و شہودی
قوتوں کو نہ ہو کہ عمر کے کسی مرحلہ میں، حیات منزل کے کسی شعبہ میں،
غفلت کے کسی لمحہ میں لگا ہو۔ سنو مرد نہ بھٹکے۔ تو مرد نہ بھٹکے مرد چونکہ ٹیم
کا کپتان چاہیے قوام ہے با اختیار ہے قدرۃً خطاب بھی خطبہ بھر میں براہ راست
مردوں سے ہے اور حجۃ الوداع کے مشہور و معروف خطبہ میں زبانِ نبوت
نے مردوں سے خطاب کی صراحت کر دی ہے کہ

اتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ   (اے مردو) اللہ سے ڈرتے رہو
عورتوں کے حقوق کے باب میں۔

پرہیز کی ہدایت اسی کو کی جاتی ہے جس سے بد پرہیزی کا
خطرہ بھی زیادہ ہوتا ہے اور اختیارات محدود اسی کے کیے جاتے ہیں
جسے حکمرانی کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

حدیث کی ہر کتاب النکاح کے ماتحت ایک باب عشرۃ النساء
یا مثل اس کے ملے گا۔ یہ بھرا پڑا ہوگا۔ بیوی کے ساتھ حسنِ معاشرت و
ملاطفت کی تفصیل و تاکید سے یہ سب تفسیر ہے حکم قرآنی
وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ کی۔ رسول پاک کے ارشادات کان لگا کر سنیے تو صاف
یہ آوازیں سننے میں آئیں گی کہ بیوی کو اپنی طرح کھلاؤ پلاؤ، اپنی ہی سطح
پر معاشرت میں معیشت میں رکھو اس کی دل شکنی کی بات زبان پر نہ لاؤ۔
اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بیوی کا حق سارے برتاؤ میں پہچانو، یعنی جو
معاملات بھی برتنے میں آئیں ان کا طریقہ بہتر سے بہتر ہے اور شستہ

سے شستہ تر یہ کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ کسی بھاگ بھری غریب کی جھولی میں خیرات کی ردی کا کوئی ٹکڑا ڈالا جا رہا ہے ان کی اصلاح کی کوشش بھی ضرور کرو لیکن اس میں بھی لحاظ ان کی نزاکت کا رکھو، کمان کو اتنا نہ جھکاؤ کہ ٹوٹ کر رہ جائے اور تو اور مومن کے ایمان تک ___ کا معیار یہ ارشاد ہوا ہے کہ ایمان کامل ترین اس کا ہے جو اپنے اہل کے حق میں اپنی عورتوں کے معاملہ میں نرم ہے ___ اور عمل رسول پاک کا دیکھنا چاہیے تو اس شفاف مرقع میں یہ صاف دیکھ لیجیے کہ آپؐ اپنے ازواج سے پوری بے تکلفی اور خوش خلقی کے ساتھ ہنس بول رہے ہیں۔ اور کوئی بیوی صاحبہ اگر کبھی کوئی کڑی بولی بول اٹھتی ہیں تو آپ صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ جو بیوی کمسن ہیں، آپ ان کی رعایت سے ان کے کھیل تماشے میں شرکت فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی شب کو جب آپ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کو بستر مبارک سے اٹھ قبرستان جانا چاہتے ہیں تو اٹھتے آہستہ سے ہیں، دروازہ آہستہ سے کھول لیتے ہیں۔ قدم چپکے سے رکھتے ہیں اور یہ سارا اہتمام آہستگی کا اس لیے کہ پاس سونے والی بیوی صاحبہ کے آرام میں بے ضرورت خلل نہ پڑے۔

بچپن میں جب کسی کی شادی کا نام سنتے ہیں آتا تو ذہن اپنے سامنے دعوت اور جلسہ کی تصویر لا کھڑی کرتا۔ بچپن کا یہ خواب نوجوانی تک قائم رہا گو شکل بدل گئی نکاح کی حقیقت اور اہمیت اب تک مخفی

رہی اور چھوٹے شاعر اور لبارٹے رومان نویس اصل حقائق کو مخفی سے مخفی تر بناتے گئے۔ پھر جب خیال اپنی شادی کو آنے لگا تو اس کے معنی چند تفریحوں اور چند دلچسپیوں تک محدود رہے، گویا ازدواجی زندگی اپنی عظیم الشان وسعتوں اور بے نہایت پیمائشوں کے ساتھ سمٹ آئی تھی۔ غفلت کے چند قہقہوں میں عشرت کے چند زمزموں میں!
گویا سفر کا آغاز نفسِ سفر — اور اختتام سفر کے مترادف تھا! ——
آہ بچپن کی نادانیاں اور نوعمری کی خام خیالیاں! بات اتنی صاف صریح، واضح، لیکن اس وقت سمجھ میں نہ آئی تھی۔ نہ آئی کہ اس ایک آج پر خدا معلوم کتنے کل آنے والے ہیں نرم بھی، و گرم بھی۔ اور اسی ایک شام کی خدا جانے کتنی صبحیں طلوع ہونے والی ہیں۔ دلکش و رنگین بھی اور اداس و غمگین بھی۔ آنکھوں سے پردے رفتہ رفتہ ہٹے اور سوالات پیچیدہ سے پیچیدہ اور سنجیدہ سے سنجیدہ ہر قسم کے چھڑے یہاں تک کہ جوانی کی برق پاشیاں رخصت ہوئیں اور پختہ عمر کی ٹھنڈی چاندنی چھٹکی اور ترجمانِ حقیقت، اقبال کا شعر قال نہیں حال بن کر رہا ؂

میں نوائے سوختہ در گلو — تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ عاشقی — تو حدیثِ ماتمِ دلبری

قربان ہو جانے کو جی چاہتا ہے اس معلم و ہادی کے جس نے ایک مختصر سے خطبہ میں راہ کی ان منزلوں کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور ہر ممکن مشکل کا حل نسخۂ تقویٰ الٰہی میں دے دیا۔ مژدہ ہے جوان

موقعوں پر اپنی ذمہ داریوں کو ذمہ داریوں کی گراں باریوں کو یاد رکھے ـــ!
جذبات کی تیز و تند آندھی یقیناً گزر جانے والی ہے اور اسے گزر ہی جانا
چاہیے بغیر اس کے کہ گھروں میں آگ لگائے، بغیر اس کے ہرے بھرے گلشن
کو جھلسائے لیکن طویل رفاقت و ہمدردی جو باہمی مناسبت فریقین میں پیدا
ہو جاتی ہے اور یہ مناسبت تمام آہستہ آہستہ موانست عام بن جاتی ہے اور
اسی اُنس و موانست اور محبت لطیف کی نسیم جانفزا کی ہلکی ہلکی جنبش زندگی
کی آخری سانس تک میں لذت و حلاوت باقی رکھتی ہے۔

طریقِ عشق و محبت، رہِ ہوا و ہوس
وہ راہبر کی ہدایت یہ رہگزر کا فریب

باپ کا سن جب اتنا آجائے کہ اولاد بالغ ہو کر شادی کے قابل ہو
تو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ وقت جو دور کبھی نہ تھا اب اور قریب ہے۔
ابراہیمؑ و یعقوبؑ اللہ کے برگزیدہ پیمبروں اور ہم بنی اسرائیلی قدوائیوں
کے نسبی بزرگوں کی سنت چلی آرہی ہے کہ اس نہ ٹلنے والے وقت کا قرب
محسوس ہو جائے تو وصیت کا کلمہ اپنی اولاد کو پہنچا دیا جائے۔ حاضرین بھی
اس وصیت کو سن لیں اور گواہ رہیں کہ جس بزم کا آغاز الحمد اللہ سے
ہوا تھا اس کا اختتام انا للہ پر ہو رہا ہے۔ وصیت کچھ بڑی لمبی چوڑی نہیں
دونوں نبیوں کے پروردگار نے اپنے آخری اور آخری نبی کے واسطے
سے گنتی کے چند لفظوں میں ہم تک پہنچا دی ہے اِنَّ اللہَ اصْطَفٰی

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

الرّالعامین اور سے کے فرشتے گواہ ہیں کہ اسلامی زندگی کی تکمیل کے لیے تلاش جب رشتہ کی ہوئی تو کچھ وصیّت کی تعمیل میں قرعۂ انتخاب خاندان کے اس نوجوان کے نام پر پڑا جو ماشاءاللہ الا وانتم مسلمون کی ایک حد تک زندہ تفسیر اس بیسویں صدی کے ماحول میں ہے دیہات کی نہیں لکھنؤ کی فضا میں وہ پلا بڑھا۔ کالج اور یونیورسٹی کے اپنے اسی فضا میں ایک ایک کر کے طے کیے۔ انٹرمیڈیٹ کیا، بی اے کیا، سیاسیات کا مضمون لے کر آنرز کیا، ایم اے کیا اب قریب ہے کہ قرون اولیٰ کی سیاسیات اسلامی پر ریسرچ کر کے انشاءاللہ ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کرے اس ساری مدّت میں جواں سالی کی آٹھ دس سال کی کچھ ہی ہوئی مدّت میں اس سے اور اس کے ساتھیوں سے پوچھ دیکھا جائے کہ وہ کے بار سینما گیا۔ کافی ہاؤس اور ایمبیسڈر اور ہے فیر کے کتنے چکر لگائے۔ اپنی شامیں اور راتیں کن کن فیشن ایبل تفریح گاہوں ہوٹلوں، تماشا گاہوں میں گزاریں؟ کتنی بار سگریٹ سے شوق کیا، کتنی بار پارٹیوں میں شرکت کی ـــ بحمداللہ خود ہی ان راہوں سے الگ نہیں رہا، دوسروں کو بھی اپنے امکان بھر ان کوچوں کی سیر سے باز رکھا اور مالک دمولیٰ کے دربار میں یہ حق قائم کرلیا کہ شاید دوسروں کے حق میں شفاعت کی خدمت انجام دے سکے۔ جس حاکم و مالک نے معصوم بچوں تک کو، جو گناہ و ثواب کے معنی ہی سے آشنا نہیں، یہ حق دے رکھا ہے پنے گنہگار والدین کی سفر

کرسکیں۔ کیا وہ ایک سعید و صالح نوجوان کو دریا میں رہ کر اپنے کو تردامنی سے محفوظ رکھنے والے کو، اس حق سے محروم رکھے گا؟ کیا اُسے اس کی اجازت نہ دے گا کہ وہ اپنے کسی بڑے خصوصاً اس بڑے کے حق میں جو اس کی تربیت دینے میں کچھ تھوڑا بہت شریک رہا ہے، احکم الحاکمین کی عدالت میں کوئی کلمۂ خیر کہہ سکے؟ جو خود طاعات وحسنات سے تہی دامن ہو، کیا اس کے لیے یہ کمائی کچھ تھوڑی یا کم قیمت ہے؟ بہرحال انتخاب بندہ کا کام تھا۔ انتخاب کی لاج رکھنا بندہ نواز مالک و مختار کے ہاتھ میں ہے۔

یہ مبارک زمانہ ذی الحجہ کے عشرۂ اول کا ہے۔ آج کی تاریخ میں حاجی اور زائر کس ذوق و شوق سے اپنے پروردگار کے نام کی رٹ لگائے ہوں گے اور ہزار با ہزار بندے کیسی کیسی عبادتوں، طاعتوں، ریاضتوں میں لگے ہوں گے۔ بشارت ہو آپ سب لوگوں کو، اس بزم مناکحت میں شریک ہو کر آپ لوگ اس مبارک عشرہ میں اپنے اجر کو باطل اور اپنے وقت کو ضائع نہیں کر رہے ہیں۔ نکاح شریعت اسلامی میں بجائے خود ایک عبادت ہے اور اس میں شریک ہونا اس کا شاہد بننا اپنی جگہ پر ایک طاعت!

درازنفسی بہت ہو چکی۔ اب وہ ساعت سعید آگئی ہے جب اللہ کا ایک بندہ اور ایک بندی، اللہ کا نام لے کر اسی کی شریعت کا واسطہ پکڑ کر دو قالبوں کے باوجود یک قلب، ایک جان ہو کر رہیں اور جو تمام کا کتان

ہے وہ شریعت ہی کے بتائے ہوئے قانونی الفاظ میں امانت کے چاہئیے لئے اپنی ذمہ داری کے قبول کرنے کا اقرار و اعلان کرے (ایجاب و قبول کے الفاظ مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید فرنگی محلی نے ادا کر دیئے۔)
بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمْ وَبَارَکَ عَلَیْکُمْ وَجَمَعَ بَیْنَکُمْ فِی الْخَیْرِ۔ اے اللہ آج تیرے ایک ناتواں بندہ اور ایک ناتواں بندی کے درمیان تیرے ہی قانون کے ماتحت، تیرے ہی حکم و ہدایت کے مطابق تیری ہی رضا کی خاطر وہ رشتہ قائم ہوا ہے جو آدم و حوا سے لے کر اب تک بیشمار نیک بندوں اور نیک بندیوں کے درمیان قائم ہو چکا ہے۔ اے اللہ ان سب کے طفیل میں ان دونوں کو بھی پیدا آتا ہر آزمائش میں ثابت قدم اور ان کے نفوس کو پاک کر دے۔ ان کے قلوب کو اپنی محبت اور ذوق طاعت سے بھر دے! ان کی عاقبت سنوار دے، ان کی زندگیاں تیرے ہی نام کی برکت کا سہارا لے کر جوڑی جا رہی ہیں۔ اس سہارے کو قائم رکھ جب تک یہ تیری زمین پر بسیں جب اس عالم سے اٹھیں اور جب دوبارہ تیرے حضور میں پہنچیں! اپنی مرضی یہ دونوں تیری مرضی میں گم کر دیں تو ان کا ہو جا اور یہ تیرے ہو جائیں۔ اے اللہ ان کو اور ان کی نسل کو سارے فتنوں سے محفوظ کر دے، خواہ عصر حاضر کے ہوں یا عصر مستقبل کے، خواہ وہ کیسے ہی خوشنما نقاب اپنے چہروں پر ڈال کر آئیں کیسے ہی نظر فریب پردوں میں اپنے کو چھپائیں!
اے اللہ ان کے نصیب پر سایہ ڈال دے اپنے خلیل ابراہیمؑ اور

سارہ کا، اپنے خلیل ابراہیمؑ اور بی بی ہاجرہ کا انھیں نقشِ قدم پہ چلا۔ رسولِ کریم محمد مصطفےٰ اور بی بی خدیجہؓ کے رسول اکرم محمد مصطفےٰ اور بیوی عائشہؓ کے: بادِ سموم کی ہر لپیٹ کو ان کے حق میں نسیمِ سحر کا جھونکا بنا دے، آتشِ نمرود کے ہر شعلہ میں ان کے لیے گلزارِ خلیل کے پھول کھلا دے۔ اپنے دین کی محبت ان کے دلوں میں جما دے۔ اپنے دین کی خدمت کا ولولہ ان کی روح میں بسا دے، اپنے دین کی نصرت کا جذبہ ان کے اندر جگا دے! جب تک اس دنیا میں آباد رہیں اسلام کے ہتھیاروں سے اپنے جسم کو سجائے ہوئے اور جب تیرے حضور میں حاضر ہوں تو ایمان کا طغرا پیشانی پر لگائے ہوئے! جب بلاوا تیرے یہاں سے آئے تو ان کے دل تیری دید کی آرزو بسائے ہوئے ہوں۔ اور ان کے چہرے تیرے شوقِ اشتیاق کی چمک سے جگمگائے ہوئے ہوں۔ دنیا غدار ہو جائے یہ محمدؐ کے دین کے وفادار رہیں۔ زمانہ اپنے قول سے پھر جائے یہ کلمۂ توحید پر استوار رہیں! انھیں شرمندہ نہ کر ایک دوسرے سے نہ اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ سے تیری مرضیات کی جنّت ان کے لیے ہو اور یہ تیری جنت کے لیے۔ اپنے کھلے ہوئے چہروں کے ساتھ ہنستے ہوئے جلوؤں کے ساتھ، چمکتے ہوئے بشروں کے ساتھ، دمکتے ہوئے مکھڑوں کے ساتھ اور اپنے ساتھ آج کے سب دعا گوؤں کو لیے ہوئے۔

—

تصحیح

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۴	۴	انھوں نے	میں نے
۴۷	۸	اسی وقت اور اسی طرح	اس وقت اور اس طرح
۴۹	۴	قرار دے دیا گیا ہے	قرار دیا ہے
۴۹	۵	قرار دے دیا گیا ہے	قرار دے گیا ہے
۶۵	۵	اب دونوں صنفیں	اب اگر دونوں صنفیں
۶۵	۶	اب اگر	اور اگر
۶۸	۱۱	جو آزادی	جو آدم زادی
۷۷	۳	بغیر اس کے	بغیر اس کے کہ
۸۰	۱۹	گزر چکی	گزر گئی
۸۴	۱۱	اسلام میں دیکھی	اسلام کی تاریخ میں
۸۹	۱۸	بدنصیب	جو بدنصیب
۹۹	۸	بیماری کے علاج	بیماروں کے علاج
۱۰۳	۱۷	ہر مصیبت	ہر معصیت
۱۰۸	۱	ذمہ داریوں کی	ذمہ داری کی